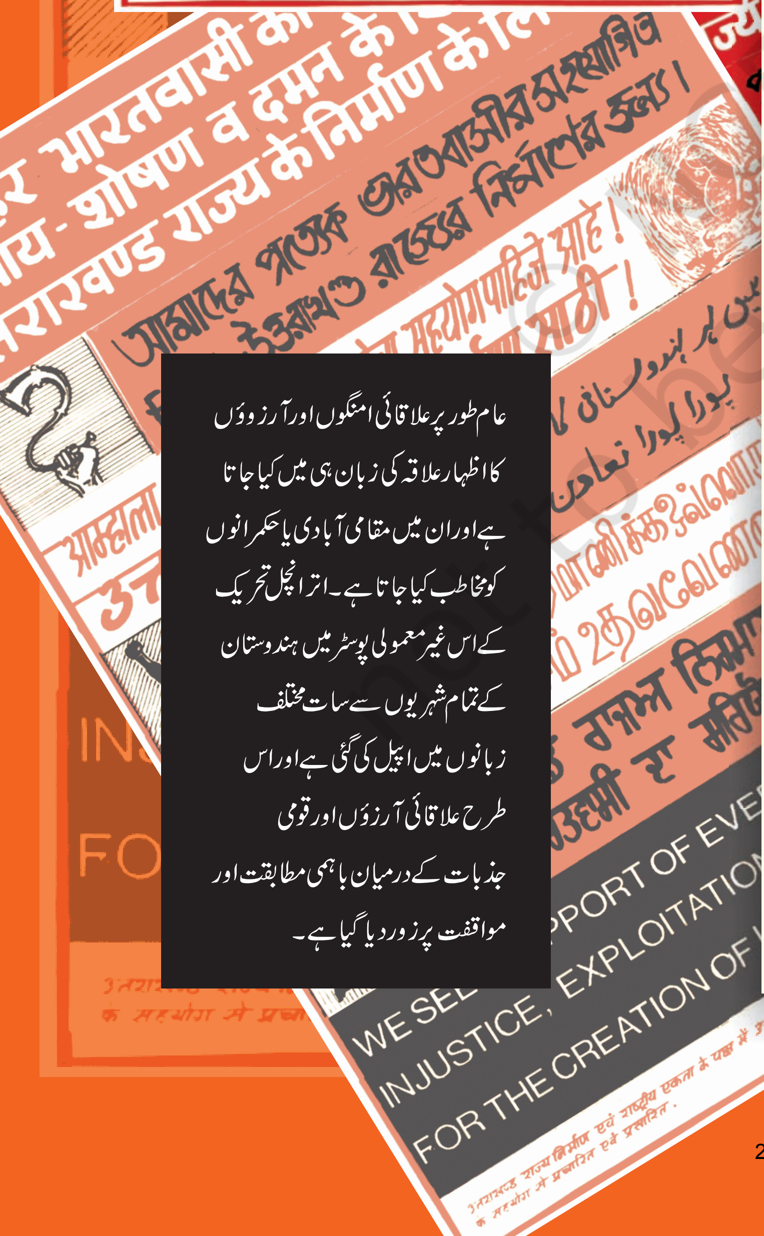

عام طور پر علاقائی امنگوں اور آرزوؤں کا اظہار علاقہ کی زبان ہی میں کیا جاتا ہے اور ان میں مقامی آبادی یا حکمرانوں کو مخاطب کیا جاتا ہے۔ اترانچل تحریک کے اس غیر معمولی پوسٹر میں ہندوستان کے تمام شہریوں سے سات مختلف زبانوں میں اپیل کی گئی ہے اور اس طرح علاقائی آرزوؤں اور قومی جذبات کے درمیان باہمی مطابقت اور موافقت پر زور دیا گیا ہے۔

اس باب میں ...

اس کتاب کے پہلے باب میں ہم نے آزادی کے بعد پہلی دہائی میں ''قومی تعمیر'' کے عمل اور طریقۂ کار کے بارے میں پڑھا۔ لیکن قومی تعمیر کوئی ایسی چیز نہیں ہے جسے ایک ہی مرتبہ اور ہمیشہ کے لیے مکمل کر لیا جا سکتا ہو۔ وقت کے ساتھ نئے چیلنج سامنے آئے۔ بعض پرانے مسائل بھی پورے طور پر حل نہیں کیے گئے تھے۔ جوں جوں جمہوریت کا تجربہ سامنے آیا، مختلف علاقوں کے لوگوں نے اپنی خود مختاری کی آرزوؤں اور تمناؤں کا اظہار کرنا شروع کر دیا۔ بعض اوقات یہ اظہار ہندوستانی وفاق کے ڈھانچے کے باہر کیا گیا۔ ان میں طویل جدوجہد شامل تھی جو اکثر جارحانہ تھی اور لوگ مسلح ہو کر اپنی بات پر اڑنے لگے تھے۔

یہ نیا چیلنج 1980 کے عشرہ میں سامنے آیا جب جنتا تجربہ اختتام پذیر ہوا اور مرکز میں کچھ سیاسی استحکام آیا۔ یہ عشرہ ملک کے مختلف حصوں میں کچھ بڑے تنازعات اور سمجھوتوں کے لیے یاد کیا جائے گا خاص طور پر آسام، پنجاب، میزورم اور جموں و کشمیر کے واقعات۔ اس باب میں ہم ان واقعات اور معاملات کا مطالعہ چند عام سوالات کے ذریعے کریں گے:

- علاقائی آرزوؤں سے پیدا ہونے والی کشیدگیوں میں کون سے عوامل کارفرما ہوتے ہیں؟
- ہندوستانی ریاست نے ان کشیدگیوں اور چیلنجوں کا جواب کس انداز سے دیا ہے؟
- جمہوری حقوق اور قومی یک جہتی کے درمیان توازن قائم رکھنے کے لیے کس قسم کی مشکلات درپیش آئیں؟
- جمہوریت میں تنوع کے ساتھ اتحاد قائم رکھنے کے لیے ہمیں کیا نصیحت ملتی ہے؟

© NCERT not to be republished

باب 8

5281CH08

علاقائی آرزوئیں

علاقہ اور قوم

(1980) کی دہائی خودمختاری کے لیے بڑھتی ہوئی علاقائی آرزوں کا زمانہ تھا۔ بسا اوقات خودمختاری کی یہ آرزوئیں ہندستانی وفاق کے ڈھانچہ سے علاحدہ ہونے کے لیے ہوتی تھیں۔ یہ تحریکیں اکثر وبیشتر اپنے وجود کا اظہار مسلح طریقہ سے کرتی تھیں جس کو حکومت دبا دیتی تھی اور نتیجہ میں سیاسی اور انتخابی طریقۂ عمل میں رکاوٹ پڑتی تھی۔ یہ بھی تعجب خیز بات نہیں ہے کہ یہ تحریکیں طویل مدت تک چلنے کے باوجود مرکزی حکومت اور خودمختاری کے مطالبہ کی تحریک کے ان لیڈروں کے درمیان گفت وشنید کے بعد ایک سمجھوتہ پر اختتام پذیر ہوئیں۔ ان سمجھوتوں پر آپسی گفتگو میں خاص مسئلوں پر بحث ومباحثہ ہوا اور آئینی دائرہ کے اندر ہی ان کا حل نکالا گیا۔ اس کے باوجود سمجھوتہ تک کا سفر ہمیشہ ہنگامہ خیز اور بعض اوقات پرتشدد رہا۔

ہندوستانی اندازِ فکر

ہندوستانی دستور اور قومی تعمیر کے عمل کے مطالعہ کے دوران یہ بنیادی اصول کہ ہندوستانی قوم مختلف علاقوں کے لسانی گروہوں کی اپنی ثقافت اور تہذیب کو برقرار رکھنے کے حق میں مداخلت نہیں کرے گی، کئی بار سامنے آیا۔ ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ ایک متحدہ معاشرتی زندگی گزاریں گے لیکن ساتھ ساتھ ان بے شمار ثقافتوں کی امتیازی خصوصیات کو بھی ہاتھ سے نہیں جانے دیں گے، جنھوں نے اسے بنانے میں حصہ لیا ہے۔ ہندوستانی قومیت نے اختلاف اور اتحاد کے توازن کو قائم رکھا۔ قومیت کا مطلب علاقائیت سے انحراف نہیں ہے۔ اس اعتبار سے ہندوستانی طرز عمل اُس طرزِ عمل سے مختلف تھا جو اکثر یوروپی ملکوں نے اختیار کیا اور جنھوں نے ثقافتی تفریق کو قوم کی سالمیت کے لیے خطرہ سمجھا۔

ہندوستان نے ثقافتی تنوع یا رنگا رنگی کے لیے ایک جمہوری طرزِ عمل اختیار کیا۔ جمہوریت علاقائی امنگوں کے سیاسی اظہار کی اجازت دیتی ہے اور ان

© NCERT not to be republished

کو وطن مخالف نہیں سمجھتی ۔اس کے علاوہ جمہوری سیاست اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ مختلف پارٹیاں اور گروپ عوام کو ان کی علاقائی شناخت، آرزؤں اور ان کے مخصوص مسائل کی بنیاد پر مخاطب کریں۔اس طرح جمہوری سیاست کے عمل کے دوران علاقائی آرزؤں کو تقویت ملتی ہے۔اس کے علاوہ جمہوری سیاست کا یہ بھی مطلب ہے کہ پالیسی طے کرتے وقت علاقائی مسائل اور مشکلات ان کے حل کو اور جگہ دی جائے۔

لیکن یہ طریقہ کبھی کبھی کشیدگی اور مسائل کی طرف لے جاسکتا ہے۔ایسا بھی ہوتا ہے کہ کبھی کبھی قومی مفاد کی خاطر علاقائی ضروریات کو نظرانداز کرنا پڑتا ہے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک علاقے کے مفاد کی خاطر ہم قوم کی بڑی ضروریات سے چشم پوشی کرلیتے ہیں۔لہٰذا کسی علاقے کے اختیارات، حقوق یا علاحدہ وجود کے سیاسی تنازعات ان قوموں میں عام ہیں جو اس رنگارنگی یا اختلافات کا احترام کرتے ہوئے اتحاد اور یکجہتی کے لیے کوششیں کرتی رہتی ہیں۔

کشیدگی کے مقامات

پہلے باب میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ آزادی کے فوراً بعد ہمارے ملک کو کتنے سنگین مسائل سے دوچار ہونا پڑا، جیسے کہ ملک کی تقسیم، آبادیوں کا اجڑنا، نوابی ریاستوں کا انضمام اور تنظیم نو وغیرہ وغیرہ۔کئی ملکی اور غیر ملکی مبصرین کا خیال تھا کہ ہندوستان ایک متحدہ ملک کی صورت میں زیادہ دیر تک نہیں چل سکے گا۔آزادی کے فوراً بعد جموں اور کشمیر کا مسئلہ سامنے آیا، اور یہ تنازعہ ہندوستان اور پاکستان کے درمیان ہی نہیں تھا، یہ دراصل وادی کشمیر کے عوام کی سیاسی امنگوں اور خواہشوں کا سوال تھا۔اسی طرح سے شمال مشرق کے کچھ علاقوں میں ہندوستان کا حصہ بننے کے سوال پر اتفاق رائے نہیں تھا۔ناگالینڈ اور پھر میزورم میں ہندوستان سے الگ ہونے کے لیے کئی زبردست تحریکیں چلیں۔جنوب میں بھی دراوڑ تحریک کے کچھ گروہ ہندوستان سے الگ ہونے کے سوال پر مچلتے رہے، اگرچہ وہ ایک مختصر مدت کے لیے ہی تھا۔

ان واقعات کے بعد کئی جگہ لسانی ریاستوں کی تشکیل کے حق میں مظاہرے ہوئے۔موجودہ آندھراپردیش، کرناٹک، مہاراشٹر اور گجرات ان احتجاجات اور مظاہروں سے متاثر ہونے والے علاقوں میں تھے۔جنوبی ہندوستان کے کچھ علاقوں خصوصاً تامل ناڈو میں ہندی کو ملک کی قومی سرکاری زبان بنانے کے خلاف سخت مظاہرے ہوئے۔شمالی ہندوستان میں ہندی کی حمایت اور اس کو جلد سے جلد سرکاری زبان بنانے کے حق میں زبردست مظاہرے ہوئے۔1950 کے آخر میں پنجابی بولنے والوں نے بھی اپنے لیے ایک علاحدہ ریاست کا مطالبہ شروع کردیا۔یہ مطالبہ آخرکار منظور کرلیا گیا اور 1966 میں پنجاب اور ہریانہ کی ریاستیں وجود میں آئیں۔بعد میں چھتیس گڑھ، اتراکھنڈ اور جھارکھنڈ کی ریاستیں بنائی گئیں۔اس طرح سے ان اختلافات کے چیلنج کا سامنا نئے سرے سے ملک کی اندرونی حدبندیاں کرکے کیا گیا۔

© NCERT not to be republished

ان سب کے باوجود تمام مسائل نہ تو وقتی طور پر حل ہوئے اور نہ ہی ہمیشہ کے لیے حل ہوئے۔ مثال کے طور پر کشمیر اور ناگالینڈ کا چیلنج اتنا پیچیدہ تھا کہ وہ قومی تعمیر کے پہلے مرحلہ میں حل نہیں ہوسکتا تھا۔ اس کے علاوہ پنجاب، آسام اور میزورم کے علاقوں سے نئے چیلنج سامنے آئے۔ آیئے ان کا تفصیلی مطالعہ کریں۔ اس عمل میں ہم کو ماضی کی طرف لوٹ کر قومی تعمیر کے مشکل مراحل کو پھر سے دیکھنا پڑے گا۔ ان مرحلوں میں کامیابی اور ناکامی کا تذکرہ محض ماضی کا مطالعہ ہی نہیں ہے بلکہ ہندوستان کے مستقبل کے لیے مشعل راہ بھی ہے۔

نوٹ: یہ نقشہ پیمانے کے مطابق تیار نہیں کیا گیا ہے۔ اور اسے ہندوستان کی بیرونی سرحدوں کے لیے مستند نہ مانا جائے۔

جموں اور کشمیر

آپ نے جموں اور کشمیر کے تشدد کے متعلق ضرور سنا ہوگا۔ اس کے نتیجے میں بہت سی جانیں گئیں اور بہت سارے لوگ بے گھر ہوئے۔ ہندوستان اور پاکستان کے درمیان مسئلہ کشمیر ہمیشہ سے ایک بڑا مسئلہ رہا ہے۔ لیکن ریاست کی سیاسی صورت حال کی کئی جہتیں ہیں۔

سماجی اور سیاسی اعتبار سے جموں اور کشمیر کے تین علاقے ہیں، پہلا جموں، دوسرا کشمیر اور تیسرا لداخ۔ کشمیری علاقے کا دل وادیٔ کشمیر ہے۔ اس علاقہ کے لوگ کشمیری زبان بولتے ہیں اور وہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے جبکہ کشمیری بولنے والے ہندوؤں کی ایک چھوٹی اقلیت بھی موجود ہے۔ جموں کا علاقہ میدانی اور پہاڑی خصوصیات کا حامل ہے اور یہاں مسلمان، ہندو اور سکھوں کی ملی جلی آبادی ہے جو مختلف زبانیں بولتے ہیں۔ لداخ بہت کم آبادی والا پہاڑی علاقہ ہے جہاں مسلمان اور بودھوں کی برابر آبادی ہے۔

کشمیر، ہندوستان اور پاکستان کا مسئلہ ہی نہیں ہے بلکہ اس کے کچھ اور داخلی اور خارجی پہلو بھی ہیں۔ اس میں کشمیری شناخت کا مسئلہ ہے جسے کشمیریت کہتے ہیں اس کے علاوہ جموں و کشمیر کے عوام کی سیاسی خود مختاری کے لیے امنگیں اور آرزوئیں بھی شامل ہیں۔

مسئلہ کی جڑیں

1947 سے قبل جموں اور کشمیر راجہ کی ریاست تھی۔ ریاست کا ہندو راجہ ہری سنگھ ہندوستان سے الحاق نہیں چاہتا تھا اور آزاد رہنے کے لیے ہندوستان اور پاکستان سے گفتگو کر رہا تھا۔ پاکستانی لیڈروں کا خیال تھا کہ کشمیر ان کا ہے کیوں کہ

© NCERT not to be republished

ریاست کی اکثریت مسلمان تھی۔ لیکن عوام اس طرح نہیں سوچتے تھے۔ وہ خود کو پہلے کشمیری سمجھتے تھے۔ نیشنل کانفرنس کے لیڈر شیخ عبداللہ کی چلائی ہوئی عوامی تحریک راجہ سے چھٹکارہ چاہتی تھی لیکن ساتھ ہی ساتھ پاکستان میں شامل ہونے کے بھی خلاف تھی۔ نیشنل کانفرنس ایک سیکولر تنظیم تھی جس کے کانگریس سے پرانے تعلقات تھے اور ملک کی کئی نامور قومی قائدین کے ساتھ، جن میں نہرو بھی شامل تھے، شیخ عبداللہ کے ذاتی دوستانہ تعلقات تھے۔

اکتوبر 1947 میں پاکستان نے اپنی جانب سے قبائلی مداخلت کاروں کو کشمیر پر قبضہ کرنے کے لیے بھیجا۔ اس نے مہا راجہ کو ہندوستان سے فوجی مدد کی درخواست کرنے پر مجبور کر دیا۔ ہندوستان نے فوجی مدد کی اور مداخلت کاروں کو مار بھگایا، لیکن یہ مہا راجہ سے ایک 'الحاق کی دستاویز' پر دستخط کرانے کے بعد ہی کیا۔ اس پر بھی اتفاق ہوا کہ حالات معمول پر آنے کے بعد جموں اور کشمیر کے عوام کے مستقبل کے بارے میں ان کی رائے کا لحاظ کیا جائے گا۔ مارچ 1948 میں شیخ عبداللہ ریاست جموں اور کشمیر کے وزیر اعظم بن گئے (اس وقت ریاست کی حکومت کا سربراہ وزیر اعظم کہلاتا تھا)۔ ہندوستان ریاست جموں و کشمیر کی خودمختاری برقرار رکھنے کے لیے راضی ہو گیا۔

دراویڈین تحریک

'وڈکو واز کراتھو؛ تھرکو تھائی کراتھو (شمال ترقی کرتا جا رہا ہے جب کہ جنوب نیچے گرتا جا رہا ہے)

یہ مقبول نعرہ دراصل ایک زمانے کی سب سے زیادہ موثر تحریک 'دراویڈین تحریک' کے جذبات کا احاطہ کرتا ہے۔ ہندوستانی سیاست کی یہ اولین تحریکوں میں سے تھی۔ حالاں کہ اس تحریک کے کچھ گروہ ایک الگ دراویڈ قوم کی تخلیق کے خواہش مند تھے لیکن یہ تحریک کبھی مسلح نہیں ہوئی۔ اس نے اپنے مقاصد کے حصول کے لیے جمہوری طریقہ جیسے کہ عوامی سطح پر بحث و مباحثہ اور الیکشن وغیرہ اپنائے۔ یہ حکمت عملی اس کے کام آئی اور اس تحریک نے ریاست میں سیاسی طاقت حاصل کر لی اور قومی سطح پر بھی خاصی اہم ہو گئی۔

دراویڈین تحریک نے 'دراوڈ کازگھم (DK)' کے لیے راہ ہموار کی جو مشہور تامل سماجی مصلح ای۔ وی۔ راما سامی 'پیری یار' کی قیادت میں بنی۔ اس تنظیم نے برہمنوں کی بالادستی کی مخالفت کی اور شمال کے سیاسی، اقتصادی اور سماجی غلبے کے مقابلے میں علاقائی برتری پر زور دیا۔ ابتدا میں دراویڈین تحریک پورے جنوبی ہندوستان کی نمائندگی کرنا چاہتی تھی لیکن دوسری ریاستوں سے حمایت نہ ملنے پر صرف تامل ناڈو تک ہی محدود رہ گئی۔

ای۔ وی۔ راما سامی نائیکر (1879-1973):

پیری یار (احترام کے ساتھ) کے نام سے مشہور؛ دہریت کے بڑے حمائتی؛ دراویڈین شناخت کے دوبارہ تعارف اور ذات پات مخالف جدوجہد کے لیے مشہور؛ بنیادی طور سے کانگریس کے کارکن؛ عزت نفس تحریک (1925) کے بانی؛ برہمن مخالف تحریک کے رہنما؛ جسٹس پارٹی کے لیے کام کیا بعد میں دراوڈ کازگھم، کی بنیاد ڈالی، ہندی اور شمالی ہندوستان کے غلبہ کے مخالف؛ اس تحقیق کو فروغ دیا کہ شمالی ہندوستانی اور برہمن آریائی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔

© NCERT not to be republished

بشکریہ: دی ہندو

تامل ناڈو میں ہندی مخالف مظاہرین، 1965

جب DK بٹ گئی تو اس کی سیاسی وراثت دراوڈ منیتر کازگھم (DMK) کی طرف منتقل ہوگئی ڈی ایم کے (DMK) نے سیاست میں 54-1953 میں تین طرفہ احتجاج کے ذریعہ قدم رکھا۔ اس کا پہلا مطالبہ یہ تھا کلاکڑی ریلوے اسٹیشن جس کا نام بدل کر ڈالمیا پورم رکھ دیا گیا تھا، کا پرانا نام واپس لایا جائے۔ ڈالمیا شمالی ہندوستان کے ایک صنعتی گھرانے کا نام ہے۔ اس مطالبہ نے شمالی ہندوستان کی اقتصادی اور ثقافتی علامتوں کے خلاف جذبہ کا اظہار کر دیا اس کے دوسرے احتجاج کا مقصد یہ تھا کہ اسکولوں کے نصاب میں تمل ثقافتی یا تہذیبی تاریخ کو زیادہ اہمیت دی جائے۔ تیسرا احتجاج ریاستی حکومت کی کرافٹ ایجوکیشن اسکیم کے خلاف تھا، اس کے خیال میں اس اسکیم کا رشتہ برہمنی سماجی نظریہ سے جڑا تھا۔ اس کے علاوہ اس تحریک نے ہندی کو ملک کی سرکاری زبان بنانے کے خلاف بھی احتجاج کیا۔ 1965 کے ہندی مخالف احتجاج کی کامیابی نے DMK کی مقبولیت میں کافی اضافہ کیا۔ مستقل سیاسی احتجاج اور مظاہرے ڈی (DMK) کو 1967 کے اسمبلی الیکشن میں اقتدار میں لے آئے۔ اس وقت سے اب تک دراویڈین پارٹیاں تامل ناڈو کے سیاسی منظر پر چھائی ہوئی ہیں۔ حالاں کہ اپنے قائد سی۔ انا دورائی کی موت کے بعد ڈی ایم کے (DMK) کا بٹوارہ ہوگیا لیکن خود تامل سیاست میں دراوڑ پارٹیوں کا اثر و رسوخ اور زیادہ بڑھ گیا۔ اس تقسیم کے بعد دو بڑی پارٹیاں بن گئیں ایک تو ڈی ایم کے (DMK) اور دوسری آل انڈیا انا ڈی ایم کے (AIADMK) جو خود کو دراویڈ کا وارث سمجھتی تھی۔ پچھلے چالیس سال سے تامل ناڈو کی سیاست ان ہی دو پارٹیوں کے ہاتھ میں ہے۔

1996 کے بعد دونوں میں سے کوئی نہ کوئی پارٹی مرکز میں حکمراں گٹھ بندھن میں شامل رہی ہے۔

HINDI PROTAGONISTS ALLEGE BID TO REVERSE POLICY

"The Times of India" News Service

NEW DELHI, December 2.

A STORM broke out in the Lok Sabha today during question-hour when protagonists of Hindi contested the Government's right to refer the question of medium of instruction to the Education Commission after Parliament had set its seal of approval on the Government's language policy.

Despite the Education Minister, Mr. M. C. Chagla's assurance that there had been no change in the language policy and that the findings of the commission were not binding on the Government, excitement ran high and a spate of points of order were raised.

Some Congress and Opposition

the Government's policy which was quite correct. His remark that the findings of the Commission were not binding on the Government or his Ministry was greeted with loud cries. "Then why appoint a commission?"

The furore started when Mr. Prakash Vir Shastri asked whether the reference to the Commission meant that the Minister did not agree with the Government's policy? Would it not also mean that Parliament, which had endorsed the policy, was being bypassed?

GOVT. POLICY

Other questions were also on similar lines. Mr. Bhagwat Jha Azad said that he had appointed a Commission which was packed with foreign experts. They had been called upon to give an opinion on what should be

before Parliament and it would be open to the House to take whatever attitude it liked on them.

Earlier, answering questions on the report of the Sampurnanand Committee, Mr. Chagla said that he had been consistently taking the position that regional languages should become the media of instruction in universities. But they should go slow in the matter. That was also the recommendation of the National Integration Committee.

He said that Gujarat was the only State which had introduced English from Standard VIII. Most other States had introduced it from Standard V. One or two States were starting English from Standard III.

Mr. Chagla, however, made it clear that, under the Declaration of

1990 کی دہائی میں کئی اور دراوڈین پارٹیاں ابھر کر سامنے آئیں۔ ان میں مرو ملارچی دراوڈ منیترا کڑگھم (MDMK)، پٹالی مکال کاچی(PMK) اور دیسیا مُرپکو دراوڈ کڑگھم (DMDK) قابل ذکر ہیں۔ ان تمام پارٹیوں نے تامل ناڈو کی سیاست میں علاقائی برتری کے سوال کو قائم رکھا۔ شروع میں تامل ناڈو کی علاقائی سیاست کو ہندوستانی قومیت کے لیے ایک خطرہ سمجھا گیا تھا لیکن درحقیقت یہ قومیت اور علاقائیت کے ایک دوسرے کے مطابق اور موافق ہونے کی ایک بہترین مثال ثابت ہوئی۔

Jeeps, Command Cars Station Wagons, Chevrolet Trucks, Used Cars
EXCELLENT CONDITION
and
New B.S.A. Motor Cycles
Pearey Lal & Sons Ltd.
New Delhi, Peshawar & Rawalpindi

DELHI EDITION

Regd. No. L. 1732.

The Hindustan Times

LARGEST CIRCULATION IN NORTHERN, NORTH-WESTERN AND CENTRAL INDIA

FRESH ARRIVALS
OVERCOATS MADE TO ORDER
B.RAMCHAND & CO
(SILK PARADISE)
NEAR ODEON
CONNAUGHT CIRCUS, NEW DELHI.

VOL. XXIV. NO. 295 | NEW DELHI: TUESDAY, OCTOBER 28, 1947. | PRICE TWO ANNAS

KASHMIR ACCEDES TO INDIA

PLEBISCITE SOON ON RULER'S DECISION

Troops And Arms Flown To Srinagar

CONTACT WITH RAIDERS NEAR BARAMULA

MORE REINFORCEMENTS BEING DISPATCHED

Indian, Army troops came in contact yesterday afternoon with the invading raiders at a point near Baramula, according to information received in New Delhi.

In response to the appeal made by Maharaja of Kashmir detachments of Indian troops left Delhi by plane early yesterday morning and arrived at Srinagar shortly after 9 a.m. Besides R.I.A.F. transports, a number of civil aircraft were commandeered to fly men and ammunition for the protection of Srinagar. The whole movement of troops was undertaken at short notice and the first squadron

SHEIKH ABDULLA TO FORM INTERIM GOVT.

UNION TROOPS RUSHED FOR PROTECTION OF STATE

(By Our Special Representative)

NEW DELHI, Monday.—In view of grave emergency the Maharaja of Kashmir has acceded to the Indian Dominion. In a letter to Lord Mountbatten he declares that "the other alternative is to leave my State and my people to freebooters." He adds: "This alternative I will never allow to happen so long as I am the Ruler of the State and I have life to defend my country."

The Maharaja has also stated that he has decided to invite

بیرونی اوراندرونی تنازعات

اس وقت سے جموں وکشمیر کی ریاست بیرونی اور اندرونی اسباب کی وجہ سے تنازعات اور جھگڑوں میں گھری رہی ہے۔ پاکستان ہمیشہ وادیٔ کشمیر پر اپنا دعویٰ کرتا رہتا ہے۔ جیسا کہ ہم نے دیکھا ہے 1947 میں پاکستان نے ایک قبائلی حملہ کی پشت پناہی کی تھی جس کے نتیجہ میں ریاست کا کچھ حصہ پاکستان کے قبضہ میں چلا گیا۔ ہندوستان کا دعویٰ ہے کہ اس حصہ پر پاکستان کا قبضہ غیر قانونی ہے۔ پاکستان اس حصہ کو' آزاد کشمیر' کا نام دیتا ہے۔ 1947 سے اب تک کشمیر ہندوستان اور پاکستان کے درمیان تنازعات اور اختلافات کا خاص سبب بنا ہوا ہے۔

اندرونی سطح پر خود ہندستانی وفاق میں کشمیر کی حیثیت کے متعلق سوال اٹھتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ ہمارے آئین کی دفعہ 370 کے تحت کشمیر کو ایک مخصوص حیثیت دی گئی تھی۔ آپ نے پچھلے سال دفعہ 370 اور 371 کے تحت مخصوص رعایتوں کے بارے میں ہندوستانی آئین میں اندر پڑھا ہوگا۔ دفعہ 370 ریاست جموں وکشمیر کو ہندوستان کی دوسری ریاستوں کے مقابلہ میں زیادہ خودمختاری فراہم کرتی ہے۔ ریاست کا اپنا آئین ہے۔ ہندوستان کی آئین کی ساری دفعات ریاست پر لاگو نہیں ہوتیں۔ ہندوستانی پارلیمنٹ کے منظور شدہ قانون جموں وکشمیر میں اس وقت نافذ ہو سکتے ہیں جب ریاست چاہے۔

اس مخصوص حیثیت نے دو طرح کے ردّعمل کو جنم دیا۔ جموں وکشمیر سے باہر عوام کا ایک طبقہ یہ سوچتا ہے کہ دفعہ 370 کے تحت دی گئی خصوصی حیثیت، ریاست کے ہندوستان سے مکمل الحاق میں رکاوٹ ہے۔ لہٰذا دفعہ 370 کو منسوخ کر دینا چاہیے اور جموں وکشمیر کو بھی ہندوستان کی دوسری ریاستوں کی طرح ہونا چاہیے۔

ایک دوسرا طبقہ جس میں زیادہ تر کشمیری شامل ہیں یہ سوچتا ہے کہ دفعہ 370 کے تحت جو خودمختاری دی گئی ہے وہ کافی نہیں ہے۔ کشمیریوں کے ایک طبقہ نے کم سے کم تین خاص خاص شکایتوں کا اظہار کیا ہے۔ اوّل تو یہ کہ وہ وعدہ کہ قبائلی حملہ کے بعد حالات کے معمول پر آنے کے بعد الحاق کے مسئلہ کو ریاست کے عوام کے سامنے لایا جائے گا پورا نہیں کیا گیا۔ اسی سے 'رائے شماری' کے مطالبہ میں شدت پیدا ہوئی ہے۔ دوسرے یہ کہ ایک گمان یہ بھی ہے کہ دفعہ 370 کے تحت دیا گیا مخصوص درجہ عملی طور سے کالعدم ہے۔ اس نے ریاست کے حق میں مزید خودمختاری کے مطالبہ کو قوت دی ہے۔ تیسرے یہ کہ جس طرح سے جمہوریت ہندوستان کی دوسری ریاستوں میں سرگرم عمل ہے اس طرح سے ریاست جموں اور کشمیر میں نہیں ہے۔

شیخ محمد عبداللہ (1905-1982):
جموں وکشمیر کے لیڈر؛ جموں وکشمیر کی خودمختاری اور سیکولرزم کے مبلغ؛ راجہ کے خلاف عوامی تحریک کے رہنما؛ پاکستان کے غیر سیکولر کردار کی وجہ سے اس کے مخالف؛ نیشنل کانفرنس کے لیڈر؛ 1947 میں ہندوستان سے الحاق کے فوراً بعد جموں وکشمیر کے وزیر اعظم؛ ہندوستانی حکومت نے برخاست کیا اور 1953 سے 1964 اور اس کے بعد 1965 سے 1968 تک جیل میں قید رکھا۔ اندرا گاندھی سے معاہدے کے بعد 1974 میں ریاست کے وزیر اعلیٰ بنے۔

© NCERT not to be republished

1948 کے بعد کی سیاست

وزیراعظم بننے کے بعد شیخ عبداللہ نے زمینی اصلاحات کے علاوہ ایسی پالیسیاں بنائیں جن سے عام آدمی کو فائدہ پہنچا۔ لیکن کشمیر کے درجہ یا حیثیت کے سوال پر ان کے اور مرکزی حکومت کے درمیان اختلافات بڑھ رہے تھے۔ ان کو 1953 میں برخاست کر دیا گیا اور کچھ سالوں تک جیل میں رکھا گیا۔ شیخ عبداللہ کے بعد آنے والی قیادت کو اتنی عوامی حمایت حاصل نہیں تھی اور وہ محض مرکزی حکومت کے سہارے قائم تھی۔ کئی انتخابات میں بدعنوانیوں اور بے ایمانی کے سنگین الزام بھی عائد کیے گئے۔

1953 سے 1974 کے عرصہ میں کانگریس پارٹی نے ریاست کی سیاست میں کافی اثر اور سرگرمی دکھائی۔ کانگریس کی حمایت سے نیشنل کانفرنس (شیخ عبداللہ کے بغیر) کچھ عرصہ اقتدار میں رہی لیکن بعد میں یہ کانگریس میں ضم ہوگئی۔ اس طرح سے کانگریس نے ریاست کی حکومت پر براہ راست قبضہ کرلیا۔ اسی درمیان شیخ عبداللہ اور ہندوستان کی حکومت کے درمیان مفاہمت کے لیے بھی کوششیں ہوئیں۔ آخر کار 1974 میں اندرا گاندھی اور شیخ عبداللہ کے درمیان ایک معاہدہ ہوا اور وہ ریاست کے وزیراعلیٰ بنے۔ انہوں نے نیشنل کانفرنس کو پھر سے زندہ کیا اور 1977 کے اسمبلی انتخابات میں انھوں نے اکثریت سے کامیابی حاصل کی۔ شیخ عبداللہ کا انتقال 1982 میں ہوگیا اور نیشنل کانفرنس کی قیادت ان کے بیٹے فاروق عبداللہ کے حصہ میں آئی جوان کی جگہ وزیراعلیٰ بنے۔ لیکن گورنر نے ان کو جلد ہی برخاست کر دیا اور نیشنل کانفرنس کا ایک الگ ہوا حصہ کچھ عرصے تک اقتدار میں رہا۔

آئیے ایک فلم دیکھیں

روجا

یہ ایک تامل فلم تھی جس میں ایک بھولی بھالی نوبیاہتا بیوی روجا کی ان مشکلات کو پیش کیا گیا جن سے وہ اس وقت دوچار ہوتی ہے جب اس کے شوہر رشی کو مسلح افراد اغوا کرکے لے جاتے ہیں۔ رشی ایک رمزنویس ہے، جس کو کشمیر میں دشمن کے خفیہ پیغامات کو پڑھنے کے لیے تعینات کیا گیا ہے۔ جیسے ہی دونوں کے درمیان پیار بڑھتا ہے شوہر کو اغوا کرلیا جاتا ہے۔ اغوا کنندگان رشی کے بدلے میں اپنے ایک لیڈر کی رہائی کا مطالبہ کرتے ہیں۔

روجا کی دنیا ٹوٹ جاتی ہے اور وہ افسروں اور سیاستدانوں کے دروازوں پر دستک دیتی ہے، کیوں کہ فلم ہندوستان اور پاکستان کے تنازعہ کے پس منظر میں ہے اس لیے فوری کشش رکھتی تھی۔ اس فلم کی ہندی اور دوسری ہندوستانی زبانوں میں بھی ڈبنگ کی گئی۔

سال : 1992
ڈائرکٹر : منی رتنم
اسکرین پلے : منی رتنم
اداکار : (ہندی) مدھو، اروند سوامی، پنکج کپور، جاناگ راج

© NCERT not to be republished

مرکزی حکومت کی مداخلت کی وجہ سے فاروق عبداللہ کی حکومت کی برخاستگی نے کشمیریوں میں خاصی ناراضگی پیدا کی۔ اندرا گاندھی اور شیخ عبداللہ کے درمیان سمجھوتہ کے بعد کشمیریوں میں جمہوری عمل پر جو بھروسہ اور یقین پیدا ہوا تھا اس کو کافی دھکا لگا اور یہ احساس کہ مرکز صوبے کی سیاست میں دخل اندازی کر رہا ہے اور مضبوط ہو گیا، جب 1986 میں کانگریس پارٹی جس کی مرکز میں حکومت تھی، نیشنل کانفرنس کے ساتھ ایک انتخابی سمجھوتہ کرنے پر راضی ہو گئی۔

بغاوت اور اس کے بعد

ایسے حالات میں 1987 میں اسمبلی انتخابات کرائے۔ سرکاری نتیجوں کے مطابق کانگریس اور نیشنل کانفرنس کے گٹھ بندھن نے بھاری اکثریت سے کامیابی حاصل کی اور فاروق عبداللہ وزیر اعلیٰ کی حیثیت سے پھر واپس آ گئے۔ لیکن عام طور پر یہ خیال کیا جاتا تھا کہ نتیجے عوام کی رائے کا آئینہ دار نہیں ہیں اور الیکشن کا پورا عمل ہی فریب کاری تھا۔ ابتدائی 1980 سے ہی

FRANCE FOR BUSINESS HEALTH AND PLEASURE

The Times of India

Published simultaneously in Bombay, Delhi and Calcutta.

NO. 221. VOL. CXV. BOMBAY: MONDAY, AUGUST 10, 1953 2½ ANNAS

SHEIKH ABDULLAH ARRESTED

STRICT SECURITY ARRANGEMENTS

Permits Issued Invalidated

"The Times of India" News Service

NEW DELHI, August 9: Security arrangements for entry into Jammu and Kashmir by air and road have been tightened following the latest developments in the State. Permits issued till today have been invalidated on police instructions.

The Indian Airlines service flight to Jammu and Srinagar this morning was cancelled a few minutes before the scheduled time of departure. Intending passengers, including some journalists, were told at Safdarjang airport that the flight had been cancelled owing to bad weather.

Yuvraja Karan Singh

SOBER SATISFACTION IN DELHI

"Timely Action By The Sadar-i-Riyasat"

"The Times of India" News Service

NEW DELHI, August 9.

NEWS of the dismissal of Sheikh Abdullah by the Sadar-i-Riyasat of Kashmir broke here this morning with total unexpectedness.

It was obvious that events were moving to a climax, but the present finale was not anticipated as such an immediate possibility.

Spontaneous reaction to the news, however, was one of genuine relief among all sections of the political opinion here and sober satisfaction that the hands of the pro-Indian elements in Kashmir had been strengthened ...

... had been isolated and pro-Indian elements had come to the fore. The question of the implementation of the Indo-Kashmir agreement would now be pressed for in Parliament.

The general hope in the capital is that the "firm line" taken by the Government of India will continue. It is, of course, obvious that Delhi will give full support to the new Government formed in Srinagar under Bakshi Ghulam Mohammed ...

CHARGES OF CORRUPTION AND MALADMINISTRATION

Bakshi Ghulam Mohammed Sworn In As Prime Minister

POLICE OPEN FIRE ON VIOLENT DEMONSTRATORS

"The Times of India" News Service

SRINAGAR, August 9.

THE arrest of Sheikh Mohammad Abdullah, the 48-year-old Prime Minister of Kashmir, at his week-end retreat at Gulmarg today, followed swiftly upon his dramatic removal from office late last night by the Sadar-i-Riyasat as his Cabinet "had lost the confidence of the people."

The dismissed Prime Minister, who was taken into custody under the Public Security Act, was charged with disruptionism, corruption, nepotism, maladministration and establishing foreign contacts of a kind dangerous to the peace of the State.

The dismissal of Sheikh Abdullah was followed by the elevation of the Deputy Prime Minister, Bakshi Ghulam Mohammed, to the Premiership of the State. He was sworn in at 4-35 a.m. by the Sadar-i-Riyasat, with Pandit Girdharilal Dogra, one of the out-going Ministers of the dissolved Cabinet, as second Minister.

Bakshi G. Mohammed.

Sheikh Abdullah

On assumption of office the new Prime Minister said that he would announce the names of other members of his Cabinet in the next few days.

Mirza Afzal Baig, a close associate of Sheikh Abdullah and the Revenue Minister in his Cabinet, was also arrested on similar charges at Srinagar, with 30 other persons.

THE "LION" IS ANGRY

"The Times of India" News Service

Grave Threat To Freedom

PREMIER'S CALL

Kashmir Faces Crisis

"The Times of India" News Service

SRINAGAR, August 9. Bakshi Ghulam Mohammed, the new Premier of Kashmir, tonight called for unity in the State to avert the present crisis which, he said, threatened to open up "explosive possibilities for the future of the people of Jammu and Kashmir".

CALM U.S. RECEPTION TO H-BOMB CLAIM

Serious Consideration Of M. Malenkov's Speech

"U.P.A." and "The Times of India" News Service

NEW YORK, August 9.

THE United States reacted today with considered calm to Russia's claim that she had the hydrogen bomb.

"Application Of Stalinist Line"

REACTIONS IN LONDON

بشکریہ: دی ٹائمز آف انڈیا

کشمیر میں امن

ماخذ۔ http://govande.sulekha.com

عوام میں ناقص انتظام کے خلاف غم وغصہ ابھر رہا تھا۔ اب اس میں یہ احساس بھی شامل ہوگیا کہ مرکزی حکومت کی ایما پر ریاست میں جمہوری عمل کو پس پشت ڈالا جا رہا ہے۔ اس نے کشمیر میں ایک سیاسی بحران پیدا کر دیا جو مسلح بغاوت کے شروع ہونے کے بعد اور زیادہ سنگین ہوگیا۔

1989 تک ریاست ایک جنگجو تحریک کی گرفت میں آچکی تھی جو کہ ایک علاحدہ کشمیری قوم یا ملک کے نام پر اٹھائی گئی تھی۔ ان باغیوں کو پاکستان نے اخلاقی، مالی اور فوجی مدد فراہم کی۔ کئی سالوں تک ریاست پر صدر راج نافذ رہا۔ انتظامیہ مکمل طور سے فوج کے ہاتھ میں تھی۔ 1990 کے بعد کے سالوں میں باغیوں اور فوج کی کارروائیوں کی وجہ سے ریاست میں شدید تشدد ہوا۔ آخر کار 1996 میں اسمبلی انتخابات کرائے گئے۔ ایک بار پھر فاروق عبداللہ کی قیادت میں نیشنل کانفرنس کامیاب ہوئی لیکن جموں و کشمیر کے علاقہ کے لیے علاقائی خودمختاری کے وعدہ کے ساتھ۔ 2002 میں جموں و کشمیر میں بہت صاف وشفاف الیکشن ہوئے۔ اس بار نیشنل کانفرنس اکثریت حاصل کرنے میں ناکام رہی اور عوامی جمہوری پارٹی (PDP) اور کانگریس کے گٹھ بندھن نے اس کی جگہ لی۔

علاحدگی پسندی اور اس کے آگے

1989 سے جموں و کشمیر میں جس علاحدگی پسند سیاست کا دور دورہ رہا اس کی کئی صورتیں تھیں اور تانے بانے بھی مختلف تھے۔ اس کی ایک ڈوری تو وہ علاحدگی پسند کشمیری تھے جو ہندوستان و پاکستان سے الگ ایک، آزاد کشمیری قوم چاہتے تھے۔ پھر وہ گروہ تھے جو پاکستان میں شامل ہونا چاہتے تھے۔ اس کے علاوہ ایک تیسرا گروہ وہ گروہ تھا جو کشمیر کے لیے وسیع تر خودمختاری انڈین یونین میں رہتے ہوئے چاہتا تھا۔ خودمختاری لداخ اور جموں کے عوام کے لیے مختلف وجہ سے پُرکشش ہے۔ ان کو شکایت ہے کہ وہ پچھڑے ہوئے ہیں اور نظر انداز کیے جاتے ہیں۔ لہٰذا ریاست کے انداز کی خودمختاری کا مطالبہ بھی اتنا ہی زوردار تھا جتنا کہ خود ریاست کی خودمختاری کا مطالبہ۔

جنگجوؤں کی حمایت اور مدد کا زمانہ گزر چکا اور اس کی جگہ امن اور شانتی کی آرزو نے لے لی ہے۔ مرکز نے کئی

> دوسری بار منتخب حکومت کے برخاست ہوجانے پر کشمیریوں کو یقین ہو گیا کہ ہندوستان ان کو کبھی اپنی مرضی سے حکومت قائم کرنے کی اجازت نہیں دے گا
>
> **بی۔ کے۔ نہرو**
> فاروق عبداللہ کی برخاستگی سے پہلے جموں اور کشمیر کے گورنر

© NCERT not to be republished

علاحدگی پسند گروہوں سے گفتگو شروع کردی ہے۔اور اکثر علاحدگی پسند گروہ بجائے ایک الگ قوم کے مطالبہ کے حکومت کے ساتھ گفتگو میں ہندوستان اور ریاست کے درمیان تعلقات کی نئی جہتیں تلاش کر رہے ہیں۔

جموں و کشمیر کثیر جہتی معاشرہ اور ریاست کی ایک زندہ مثال ہے۔ نہ صرف یہ کہ وہاں پر لسانی ، قبائلی، ثقافتی ، مذہبی اور نسلی اختلافات ہیں بلکہ وہاں پر علاحدہ علاحدہ سیاسی امنگیں اور حوصلے ہیں۔ بہرحال ان تمام اختلافات، تنازعات اور جھگڑوں کے باوجود ریاست کے کثیر جہتی اور سیکولر کلچر کا ڈھانچہ بہت حد تک سلامت رہا ہے۔

یہ سب تو حکومتوں، افسروں، لیڈروں اور دہشت گردوں کے بارے میں تھا...... لیکن کشمیر کے عوام کے متعلق کیا خیال ہے؟ جمہوریت میں تو ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ عوام کیا چاہتے ہیں ...... کیا ایسا نہیں ہے؟

پنجاب

1980 کی دہائی نے پنجاب کی ریاست میں بھی کئی اہم اتار چڑھاؤ دیکھے۔ پہلے تو ہندوستان کی تقسیم نے نے ریاست کی سماجی ساخت کو بگاڑا اس کے بعد ہماچل پردیش اور ہریانہ کے وجود میں آنے کے بعد یہ شکل بدل گئی۔ جب 1950 کی دہائی میں پورے ملک کی لسانی بنیاد پر نئے سرے سے حد بندی کی گئی تب اسی عمل کے لیے پنجابی بولنے والی ریاست کو 1966 تک انتظار کرنا پڑا۔ اکالی دل جو 1920 میں سکھوں کی سیاسی پارٹی کی حیثیت سے قائم ہوئی تھی اس نے 'پنجابی صوبہ' بنانے کی تحریک شروع کی۔ نئی ریاست پنجاب میں اب سکھ اکثریت میں تھے۔

سیاسی پس منظر

تشکیل نو کے بعد، 1967 اور پھر 1977 میں اکالی اقتدار میں رہے۔ دونوں موقعوں پر مخلوط حکومت قائم ہوئی ۔ اکالیوں کو احساس ہوا کہ نئی حد بندیوں کے باوجود ان کی سیاسی حیثیت اب بھی دوسروں کی محتاج ہے۔ پہلے تو مرکز نے ان کی حکومت کو وسط مدت ہی میں برخاست کردیا۔ دوسرے یہ کہ ان کو ہندوؤں سے خاطر خواہ حمایت نہیں مل رہی تھی تیسرے یہ کہ دوسرے فرقوں کی طرح سکھ بھی طبقاتی اور ذات پات کے اختلافات میں گھرے ہوئے تھے۔ اکالی دل کے مقابلہ میں کانگریس کو پس ماندہ طبقہ کی، خواہ وہ ہندو ہو یا سکھ، زیادہ حمایت حاصل تھی۔

اس پس منظر میں 1970 کی دہائی میں اکالیوں کے ایک گروہ نے علاقہ کی سیاسی خود مختاری کا مطالبہ شروع کیا۔ اس کا اظہار 1973 میں آنند پور صاحب میں منعقدہ کانفرنس میں منظور شدہ قرارداد میں ہوا۔ آنند پور صاحب قرارداد مرکز اور ریاست کے تعلقات کو نئے ڈھنگ سے متعارف کرانے اور علاقائی خود مختاری کے حق میں تھی۔ قرارداد نے 'سکھ قوم' کی امنگوں کا ذکر کیا اور اس کے ساتھ ہی سکھ قوم کے 'بول بالا' کے حصول کو اپنا مقصد بتایا۔ اگرچہ یہ قرارداد وفاقیت کو مضبوط کرنے کی درخواست تھی لیکن اس کو ایک علاحدہ سکھ ریاست کے قیام کی عرضداشت بھی سمجھا جا سکتا تھا۔

سکھ عوام پر اس قرارداد کا اثر بہت محدود تھا۔ اکالی حکومت کی برخاستگی کے ایک سال بعد 1980 میں اکالی دل نے پنجاب اور پڑوسی ریاستوں کے درمیان پانی کی تقسیم کے سوال پر ایک تحریک شروع کی۔ مذہبی رہنماؤں

ماسٹر تارا سنگھ
(1885-1967)
سکھوں کے مشہور مذہبی اور سیاسی رہنما؛ شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی (SGPC) کے ابتدائی لیڈروں میں سے ایک؛ اکالی تحریک کے لیڈر؛ جدوجہد آزادی کے حمایتی لیکن کانگریس کی صرف مسلمانوں سے گفتگو کے مخالف؛ آزادی کے بعد علاحدہ پنجاب ریاست کی وکالت کرنے والوں میں سب سے بزرگ لیڈر۔

© NCERT not to be republished

سنت ہر چند سنگھ لونگووال
(1932-1985)
سکھ مذہبی اور سیاسی لیڈر؛ چھٹی دہائی کے وسط میں اکالی لیڈر کی حیثیت سے اپنا سیاسی سفر شروع کیا؛ 1980 میں اکالی دل کے صدر بنائے گئے؛ وزیراعظم راجیو گاندھی کے ساتھ اکالیوں کے خاص مطالبات پر سمجھوتہ؛ نامعلوم سکھ نوجوان کے ہاتھوں قتل ہوئے۔

کے ایک طبقہ نے سکھوں کی جداگانہ شناخت کا مسئلہ اٹھایا۔ انتہا پسند عناصر ہندوستان سے علاحدگی اور 'خالصتان' بنانے کی وکالت کرنے لگے۔

تشدد کی گردش

جلد ہی تحریک کی قیادت اعتدال پسندوں کے ہاتھوں سے نکل کر انتہا پسندوں کے قبضہ میں چلی گئی اور اس نے ایک مسلح بغاوت کی شکل اختیار کر لی۔ ان جنگجوؤں نے سکھوں کی مقدس عبادت گاہ امرتسر کے 'گولڈن ٹیمپل' کو اپنا مرکز بنایا اور اس کو ایک فوجی قلعہ میں تبدیل کر دیا۔ جون 1984 میں ہندوستانی حکومت نے 'آپریشن بلیو اسٹار' جو گولڈن ٹیمپل پر فوجی کارروائی کا نام تھا، سرانجام دیا۔ اس کارروائی میں حکومت نے جنگجوؤں کا تو صفایا کر دیا لیکن اس نے تاریخی عبادت گاہ کو کافی نقصان پہنچایا اور سکھوں کے جذبات کو بری طرح مجروح کیا۔ ہندوستان کے اندر اور بیرونی ملک میں سکھوں کے ایک بڑے طبقہ نے اس فوجی کارروائی کو اپنے عقیدہ اور مذہب پر حملہ تصور کیا، اور اس نے جنگجو اور انتہا پسند گروہ کو تقویت دی۔

اس کے علاوہ کچھ اور المناک واقعات نے پنجاب کے مسئلہ کو مزید الجھا دیا۔ 31 اکتوبر 1984 کو وزیراعظم اندرا گاندھی کو ان کے سکھ محافظوں نے ان کی رہائش گاہ میں قتل کر دیا۔ دونوں ہی قاتل سکھ تھے اور 'آپریشن بلیو اسٹار' کا انتقام لینا چاہتے تھے۔ اس واقعہ نے پورے ملک کو ہلا کر رکھ دیا۔ دہلی اور شمالی ہندوستان کی دوسری جگہوں پر سکھ فرقے کے خلاف فسادات پھوٹ پڑے۔

سکھوں کے خلاف تشدد کا سلسلہ تقریباً ایک ہفتہ تک جاری رہا۔ قومی راجدھانی میں ہی دو ہزار سے زیادہ سکھ ہلاک ہو گئے اور یہی علاقہ تشدد سے سب سے زیادہ متاثر ہوا۔ ملک کے دوسرے مقامات جیسے کانپور، بوکارو اور چاس میں بھی سینکڑوں سکھ مارے گئے۔ بہت سے سکھ خاندانوں کے مرد مارے گئے جس سے انھیں سخت جذباتی اذیت پہنچی اور مالی نقصان اٹھانا پڑا۔ جس بات نے سکھوں کو سب سے زیادہ تکلیف پہنچائی وہ یہ حقیقت تھی کہ حکومت نے حالات کو معمول پر لانے کے لیے کافی وقت لیا اور اس تشدد کے ذمہ داروں کو مؤثر سزا نہیں دی گئی۔

नईदुनिया

इंदौर गुरुवार ७ जून १९८४

स्वर्ण मंदिर पर सेना का कब्जा : भिंडरांवाले का पता नहीं

लड़ाई में ५९ सैनिकों सहित ३२५ मरे, अकाल तख्त को क्षति

पंजाब के ३८ गुरुद्वारों, ५ मंदिरों व १ मस्जिद में एक साथ सेना का प्रवेश, सेना पर राकेट व मिसाइलों से प्रहार, लोंगोवाल व टोहरा सुरक्षित

चंडीगढ़ ६ जून (प्रे)। रात १ बजे प्राप्त समाचार के अनुसार सुरक्षा सेना ने स्वर्ण मंदिर परिसर को आतंकवादियों से पूरी तरह मुक्त करा लिया। लेफ्टिनेंट जनरल रणजीतसिंह दयाल ने बताया कि सारा सक्रिय विरोध समाप्त हो गया। हरमिंदर साहिब में छुपे २२ आतंकवादियों ने भी सफेद झंडे दिखाते हुए आत्म समर्पण कर दिया। इस बात की पुष्टि नहीं हो पाई कि इनमें भिंडरांवाले हैं या नहीं? वैसे वार्ता ने खबर दी है कि अकाल तख्त के तलघर में कुछ लोग छुपे हैं और वहां से गोलीबारी जारी है। अनुमान है कि भिंडरांवाला, सिख छात्र फेडरेशन के अध्यक्ष अमरीकसिंह और मेजर शुबेगसिंह भी इसी में छुपे हुए हैं। देर रात सुरक्षा बल तलघर में अश्रुगैस छोड़ने की कार्रवाई करेगा। इससे पूर्व मिली खबरों के अनुसार आतंकवादियों से स्वर्ण मंदिर को मुक्त कराने के लिए गत रात से ही सुरक्षा सेना ने जबर्दस्त कार्रवाई शुरू कर दी थी। इस प्रयास में कम से कम ३०८ लोग मारे गए, जिनमें सुरक्षा सेना के ५९ जवान भी हैं। स्वर्ण मंदिर से कुल ४५० आतंकवादी पकड़े गए। सेना की कार्रवाई से अकाल तख्त का कुछ हिस्सा क्षतिग्रस्त ... को पकड़ा और भारी मात्रा में हथियार व गोला-

अकाल तख्त

ARMY CONTROLS TEMPLE

250 terrorists and 59 jawans killed

Last bastion of resistance crumbles; 700 arrested

Hindustan Times Correspondent

army ... jab

Jammu seals border

Bhindranwale not among the dead

THE TIMES OF INDIA

BOMBAY: THURSDAY, JUNE 7, 1984 | 24 PAGES | 70 PAISE

SURRENDER AT GOLDEN TEMPLE

No damage caused to Harmandir Sahib

• 58 armymen and 250 terrorists killed

CHANDIGARH, June 6 (PTI).

SECURITY forces tonight completed their task of flushing out terrorists from the Golden Temple complex.

2005 میں یعنی بیس سال بعد وزیراعظم منموہن سنگھ نے پارلیمنٹ میں بولتے ہوئے ان ہلاکتوں پر افسوس جتایا اور سکھ مخالف فسادات پر قوم سے معذرت کی۔

> اس بات کا بھی ثبوت ہے کہ 84-10-31 یا تو میٹنگ ہوئیں یا ان لوگوں سے جو حملہ کرنے کے قابل تھے رابطہ کیا گیا اور انہیں سکھوں کو قتل کرنے اور ان کی دوکان اور مکانوں کو لوٹنے کی ہدایت کی گئی۔ یہ حملے ایک مخصوص طرز پر کیے گئے تھے جن میں پولیس کا کوئی خوف شامل نہ تھا ایسا لگتا تھا جیسے ان کو یقین ہو کہ یہ کام کرتے وقت یا اس کے بعد ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔
>
> جسٹس ناناوتی
> کمیشن آف انکوائری
> رپورٹ، جلد1، 2005

امن کا راستہ

1984 کے انتخابات میں اقتدار میں آنے کے بعد نئے وزیراعظم راجیو گاندھی نے اعتدال پسند اکالی لیڈروں سے گفتگو کا آغاز کیا۔ جولائی 1985 میں انہوں نے اس وقت کے اکالی دل کے صدر ہر چند سنگھ لونگووال کے ساتھ معاہدہ کیا۔ یہ معاہدہ، جو 'راجیو گاندھی ۔ لونگووال سمجھوتہ' یا 'پنجاب سمجھوتہ' کے نام سے جانا جاتا ہے پنجاب میں حالات معمول پر لانے کے لیے ایک بڑا اقدم تھا۔ اس پر اتفاق کیا گیا کہ چندی گڑھ پنجاب کو دے دیا جائے گا۔ ہریانہ اور پنجاب کے درمیان سرحدوں کا مسئلہ ایک

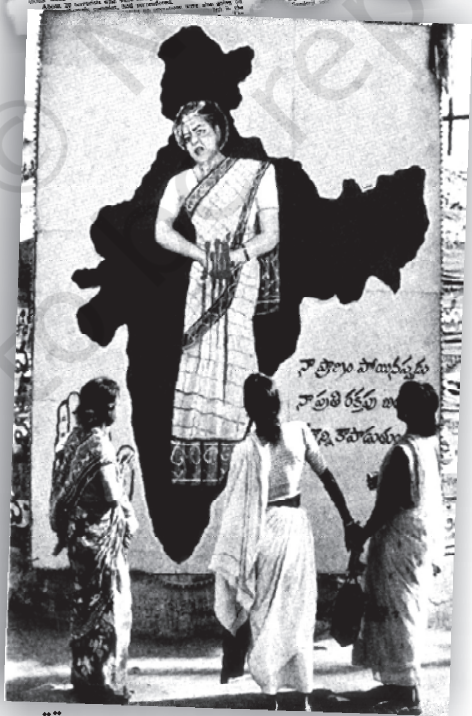

عورتیں پینٹنگ کو دیکھتی ہوئی جس میں اندرا گاندھی کے قتل کو ظاہر کیا گیا ہے

© NCERT not to be republished

کمیشن کے سپرد کر دیا جائے گا اور راوی اور بیاس دریاؤں کے پانی کی تقسیم کا مسئلہ جو پنجاب، ہریانہ اور راجستھان کے درمیان تنازعہ کا سبب ہے ایک ٹریبونل کے سپرد کر دیا جائے گا۔ اس بات پر بھی معاہدہ ہوا کہ پنجاب میں مسلح بغاوت کی وجہ

Special Edition

THE TIMES OF INDIA

NO. 289 VOL. CXLVII — BOMBAY: WEDNESDAY, OCTOBER 31, 1984 — PRICE 50 PAISE

INDIRA GANDHI SHOT AT
CONDITION CRITICAL

NEW DELHI, OCTOBER 31 (PTI).

THE PRIME MINISTER, MRS. INDIRA GANDHI, SUSTAINED GRIEVOUS INJURIES IN THE ABDOMEN AND CHEST WHEN TWO SECURITY GUARDS SHOT AT HER IN HER RESIDENTIAL COMPOUND.

She was shot at with a sten gun by one security guard while the other fired with a revolver.

Vast crowds gathered outside the All-India Institute of Medical Sciences, following reports that she had been admitted there.

The Prime Minister received eight bullet injuries, according to police sources.

Two people were killed in the compound of the Prime Minister's residence where the shooting took place. One has been arrested.

The Prime Minister was walking from her Safdarjung residence to her office in the adjoining building facing Akbar Road when she was shot at.

Mrs. Gandhi's condition, according to doctors is critical. She is being operated upon in the All-India Institute of Medical Sciences. Continuous blood transfusion is being given.

One of the assailants was reported to be a Sikh, Sukhvinder Singh and the other a clean-shaven person.

More than a dozen doctors, including cardiologists and neuro-surgeons, began an operation to remove eight to ten bullets which had embedded in her body. Mrs. Gandhi was wheeled into the operation theatre at 10.30 a.m.

Eyewitnesses said after firing a burst of rounds from the automatic carbine and a revolver, the security guards raised their hands and were immediately overpowered. Both the security guards who fired at Mrs. Gandhi were taken into custody and were being interrogated.

The news about the assassination attempt on the Prime Minister spread like wild fire and hundreds of people, including cabinet ministers, members of Parliament, rushed to the Prime Minister's house and the All-India Institute of Medical Sciences. All approaches to the Prime Minister's house and entry to the medical institute were sealed. However, emergency services at the institute are being maintained.

Two shot dead

A special IAF plane has gone to Calcutta to bring Mr. Rajiv Gandhi.

Mrs. Gandhi was being given blood transfusion continuously. Mrs. Gandhi's blood group is rare "O minus".

Earlier reports had said that three bullets had hit Mrs. Gandhi in the abdomen.

Some cabinet ministers and aides, including Mr. G. Parthasarathy, were in the All-India Institute of Medical Sciences.

Mrs. Gandhi was profusely bleeding when she was admitted to the hospital, according to eye-witnesses.

Mrs. Gandhi had returned only last night after a two-day tour of Orissa. Her grandchildren were involved in an accident yesterday.

According to first reports, the shooting took place at 0940 hours and Mrs. Gandhi was admitted to hospital at 1000 hrs.

More than a dozen doctors are attending on Mrs. Gandhi. All approaches to the medical institute and her residence have been blocked.

Reports said Mrs. Gandhi was also wounded in the thigh.

Mrs. INDIRA GANDHI

Institute sources said four bullets were lodged in the abdomen.

President Zail Singh has been informed of the shooting.

Doctors have identified 16 bullet marks on the body of Mrs. Gandhi.

A neurosurgeon, four surgeons and Mrs. Gandhi's personal physician, Dr. K. P. Mathur, were attending on her.

Institute sources said Mrs. Gandhi was being given oxygen and blood transfusion.

According to one report, Mrs. Gandhi was shot by one of her security guards as she came out of her room in the morning.

Blood transfusion

She fell down and there was a shriek. Members of the household and other security personnel rushed to the spot.

The incident occurred at 0920 hours. She was immediately put in her Ambassador car and taken straight to the AIIMS at 0940 hours.

Mrs. Gandhi's personal physician, Dr. K. P. Mathur, asked her special assistant, Mr. R. K. Dhawan, not to wait for an ambulance.

The operation to remove bullets from Mrs. Gandhi's body which started at 1020 a.m. was continuing at 1130 a.m.

The Times of India News Service adds:

According to senior police officers, the shooting occurred around 9.15 a.m. while she was on her way for the daily morning darshan. As she was walking out of the house, the guard Sukhvinder Singh, who was armed with the regular sten gun, let off a fusillade of shots from the weapon. As Mrs. Gandhi fell, several other security men whipped out their weapons and shot Sukhvinder Singh dead.

Brighton not last ... England team arrive ... Worst feared ... Late Roger Hollis, ... Maneka, Varun

بشکریہ: ٹائمز آف انڈیا

اندرا گاندھی کے قتل کے دن ٹائمز آف انڈیا نے مخصوص مڈڈے Midday شمارہ نکالا۔

سے جو لوگ متاثر ہوئے ہیں ان کو معاوضہ ادا کیا جائے گا اور ان سے بہتر سلوک کیا جائے گا۔ ساتھ ہی پنجاب سے مسلح افواج کے خصوصی اختیارات کا قانون (Armed Forces Special Powers Act) واپس لے لیا جائے گا۔

بہر حال، امن نہ فوراً آیا اور نہ ہی آسانی سے۔ تشدد کا سلسلہ تقریباً ایک دہائی تک جاری رہا۔ جنگجوئی اور اس کو کچلنے سے جو تشدد برپا ہوا اس میں پولیس سے کچھ زیادتیاں بھی سرزد ہوئیں اور انسانی حقوق کی پامالی بھی ہوئی۔ سیاسی طور پر اکالی دل کے ٹکڑے ہو گئے۔ مرکزی حکومت کو ریاست میں صدر راج نافذ کرنا پڑا اور انتخابی اور سیاسی عمل تعطل کا شکار ہو گیا۔ شکوک وشبہات اور تشدد کے ماحول میں سیاسی عمل کو پھر سے جاری کرنا آسان کام نہیں تھا۔ جب 1992 میں پنجاب میں الیکشن ہوئے تو صرف 24 فی صد رائے دہندگان نے اس میں حصہ لیا۔

رفتہ رفتہ فوجوں نے جنگجوئیت کا خاتمہ کر دیا۔ لیکن پنجاب کے عوام نے جن میں ہندو اور سکھ دونوں شامل تھے، زبردست نقصان اٹھایا۔ 1990 کی دہائی کے دوران پنجاب میں امن قائم ہو گیا۔ 1997 کے اسمبلی انتخابات میں اکالی دل (بادل) اور بی جے پی (BJP) کے گٹھ جوڑ نے زبردست کامیابی حاصل کی۔ فوجی آپریشن کے بعد یہ پہلا الیکشن تھا جو معمول اور ضابطوں کے مطابق ہوا۔ ریاست ایک بار پھر اقتصادی ترقی اور سماجی تبدیلی جیسے مسائل کو سلجھانے کے کام میں لگ گئی اگرچہ عوام کے لیے مذہبی شناختیں اب بھی اہمیت رکھتی ہیں، سیاست آہستہ آہستہ سیکولر خطوط پر واپس آ گئی ہے۔

"1984 میں جو کچھ ہوا وہ قومیت کے تصور اور ہمارے آئین کی روح کے منافی ہے لہٰذا مجھے سکھ قوم بلکہ پوری ہندوستانی قوم سے معذرت کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں ہے۔ لہٰذا میں کسی جھوٹے وقار میں نہیں پڑ رہا ہوں۔ جو کچھ ہوا اس کے لیے اپنی حکومت کی طرف سے اور اس ملک کے تمام لوگوں کی طرف سے اپنے سر کو شرم سے جھکاتا ہوں۔ لیکن محترم! قوموں کے سفر میں اتار چڑھاؤ آتے ہیں۔ ماضی ہمارے ساتھ ہے۔ ہم ماضی دوبارہ نہیں لکھ سکتے۔ لیکن انسان ہونے کے ناطے ہم تمام لوگوں کے لیے ایک بہتر مستقبل لکھنے کا عزم اور صلاحیت رکھتے ہیں"

وزیر اعظم ڈاکٹر منموہن سنگھ
11 اگست 2005 کو راجیہ سبھا میں بحث کے دوران

شمال مشرق

1980 کی دہائی میں شمال مشرق میں علاقائی تمنّائیں اور آرزوئیں ایک فیصلہ کن موڑ پر پہنچ گئیں۔اس علاقہ میں سات ریاستیں ہیں جن کو'سات بہنیں' بھی کہا جاتا ہے۔اس علاقہ میں ملک کی آبادی کا کل 4 فی صد حصہ رہتا ہے اور رقبہ میں اس کا حصہ اس سے دُگنا یعنی 8 فی صدی ہے۔ 22 کلومیٹر کا ایک چھوٹا سا گلیارا اس علاقے کو باقی ملک سے جوڑتا ہے۔ ورنہ اس کی سرحدیں چین، میانمار اور بنگلہ دیش سے ملی ہوئی ہیں اور یہ جنوب مشرقی ایشیا کے لیے ہندوستان کے دروازہ (Gateway) کا کام کرتا ہے۔

1947 کے بعد سے اس علاقہ میں کافی تبدیلیاں رونما ہوئی۔ تری پورہ، منی پور اور میگھالیہ کی کھاسی پہاڑیاں راجاؤں کی ریاستیں تھیں جو آزادی کے بعد ہندوستان میں ضم ہوگئیں۔ شمال مشرق کا پورا علاقہ اہم سیاسی تنظیم نو سے گزر چکا ہے۔1963 میں ناگالینڈ، 1972 میں منی پور، تری پورہ اور میگھالیہ، اور 1987 میں میزورم اور اروناچل پردیش الگ الگ ریاستیں بن گئیں۔ 1947 کے بٹوارہ نے شمال مشرق کے علاقہ کو ایک زمیں بند علاقہ (Land Locked Region) بنادیا تھا جس سے اس کی معیشت خاصی متاثر ہوئی۔ ہندوستان کے بقیہ علاقوں سے کٹ جانے کی وجہ سے بھی یہ علاقہ ترقی کے میدان میں نظرانداز کیا گیا اور اس کی سیاست بھی محدود رہی۔ اسی کے ساتھ ساتھ اس علاقہ کی زیادہ تر ریاستوں میں آبادی کا بھی الٹ پھیر ہوا جس کی وجہ پڑوسی ملکوں اور ریاستوں سے مہاجرین کی آمد تھی۔

اس علاقہ کی علاحدگی، اس کی الجھی ہوئی سماجی خصوصیات اور ملک کے دوسرے علاقوں کے مقابلے میں اس کی پسماندگی نے مل کر شمال مشرق کی مختلف ریاستوں کے مطالبات کا ایک پیچیدہ مجموعہ پیش کیا ہے۔ایک طویل بین الاقوامی سرحد اور ملک کے بقیہ حصہ سے کمزور رابطہ نے یہاں کی سیاست کی نازک حالت میں مزید اضافہ کیا۔ شمال مشرق کی سیاست میں تین مسائل زیادہ نمایاں ہیں - خودمختاری کا مطالبہ، علاحدگی پسند تحریکیں اور باہر کے لوگوں کی مخالفت۔ 1970 کی دہائی میں پہلے مسئلہ پر اُٹھائے گئے اقدامات نے، 1980 کی دہائی میں دوسرے اور تیسرے مسئلہ پر کچھ ڈرامائی واقعات کے لیے اسٹیج تیار کیا۔

نوٹ: یہ نقشہ پیمانے کے مطابق تیار نہیں کیا گیا ہے اور اسے ہندوستان کی بیرونی سرحدوں کے لیے مستند نہ مانا جائے۔

خودمختاری کے مطالبات

آزادی کے وقت منی پورا اور تری پورہ کے علاوہ یہ پورا علاقہ آسام کی ریاست تھا۔ خودمختاری کے مطالبات اس وقت سامنے آئے جب غیر آسامیوں نے یہ محسوس کیا کہ آسام حکومت ان پر آسامی زبان لاد رہی ہے۔ اس کے خلاف پوری ریاست میں احتجاج اور ہنگامے ہوئے۔ بڑے قبائلی فرقوں کے لیڈر آسام سے الگ ہونا چاہتے تھے۔ انھوں نے مشرقی ہندوستان قبائلی یونین (Eastern India Tribal Union) کے نام سے ایک تنظیم بنائی جو 1960 میں کل جماعتی پہاڑی رہنما کانفرنس (All Party Hill Leaders' Conference) میں تبدیل ہوگئی، اور یہ پہلی تنظیم سے زیادہ وسیع اور جامع تنظیم تھی۔ اس نے آسام سے الگ ہوکر ایک قبائلی ریاست کی تشکیل کا مطالبہ کیا۔ لیکن آخر میں آسام سے الگ کر کے ایک نہیں کئی قبائلی ریاستیں بنائی گئیں۔ مرکزی حکومت نے مختلف وقفوں میں آسام سے الگ کر کے میگھالیہ، میزورم اور ارونا چل پردیش ریاستوں کی تشکیل کی۔ تری پورہ اور منی پور کو بھی ریاست کا درجہ دے دیا گیا۔

شمال مشرق کی نئی تشکیل 1972 میں مکمل ہوگئی لیکن علاقے میں مختاری کے مطالبوں کا خاتمہ نہیں ہوا۔ مثال کے طور پر آسام میں بوڈو، کربی اور دماسا فرقے علاحدہ ریاست کی خواہش رکھتے تھے۔ انھوں نے اس مقصد کے حصول کے لیے رائے عامہ کو ہموار کیا، عوامی تحریکیں چلائیں اور مسلح بغاوت کی شکل بھی اختیار کی۔ اکثر ایک علاقہ پر ایک سے زیادہ کئی کمیونٹی دعویٰ کرتی تھیں۔ یہ بھی ممکن نہیں تھا کہ چھوٹی اور پھر اس سے بھی چھوٹی ریاستیں بنتی چلی جائیں۔ لہٰذا ہمارے وفاقی ڈھانچہ کے کچھ اور طریقہ اپنائے گئے جن سے ان کے خودمختاری کے مطالبہ کی تسکین بھی ہو جائے اور وہ آسام کا حصہ بھی رہیں۔ کربی اور دماسا کو ڈسٹرکٹ کونسلوں میں خودمختاری دی گئی اور بوڈو کو بھی حال ہی میں خودمختار کونسل دے دی گئی ہے۔

علاحدگی پسند تحریکیں

خودمختاری کے مطالبات پر غور کرنا زیادہ آسان تھا کیونکہ ان کو سلجھانے اور اختلافات کو قبول کرنے میں دستور میں دیئے گئے بعض اصولوں کو عمل میں لایا جا سکتا تھا۔ لیکن بعض گروپ نے ایک الگ ملک کا مطالبہ کیا اور اس مطالبہ کی بنیاد وقتی غصہ یا احساس محرومی نہیں بلکہ مستقل طور پر ایک اصولی حقیقت تھی۔ ہندوستان کی لیڈرشپ نے شمال مشرق کی کم سے کم دو ریاستوں میں ایک طویل عرصہ تک اس مسئلہ کا سامنا کیا۔ ان دونوں معاملات کا موازنہ ہمارے لیے جمہوری سیاست کا ایک سبق ہے۔

آزادی کے بعد میزو پہاڑی علاقے کو آسام کے اندر ہی ایک خودمختار ضلع کا درجہ دے دیا گیا تھا۔ کچھ میزو لوگوں کا خیال تھا کہ کیونکہ وہ کبھی برطانوی حکومت کے دائرہ اختیار میں نہیں رہے لہٰذا وہ ہندوستانی وفاق سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ لیکن علاحدگی کی تحریک کو عوامی حمایت اس وقت حاصل ہوئی جب 1959 میں میزو پہاڑیوں کے سنگین قحط کے دوران آسام حکومت مناسب اقدامات کرنے میں ناکام رہی۔ میزو لوگوں نے غصہ میں لال ڈینگا کی قیادت میں

میری دوست چون نے کہا کہ دہلی کے لوگ اپنے ملک کے شمال مشرق کے مقابلے میں یوروپ کے نقشے کو زیادہ اچھی طرح سے جانتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ وہ صحیح کہہ رہی ہے، کم سے کم میرے اسکول کے ساتھیوں کے بارے میں۔

لال ڈینگا
(1937-1990)

میزو نیشنل فرنٹ کے بانی اور رہنما؛ 1959 کے قحط کے بعد باغی ہو گئے؛ دو دہائیوں تک ہندوستان کے خلاف ایک مسلح جدوجہد کی قیادت کی؛ 1986 میں وزیراعظم راجیو گاندھی کے ساتھ ایک معاہدے پر دستخط کیے؛ نئی ریاست میزورم کے وزیراعلیٰ بنے۔

© NCERT not to be republished

میزونیشنل فرنٹ (MNF) تشکیل دیا۔

1966 میں میزونیشنل فرنٹ (MNF) نے آزادی کے لیے مسلح تحریک شروع کر دی۔ اس طرح ہندوستانی فوج اور میزو باغیوں کے درمیان دو دہائی تک لمبی جنگ شروع ہوگئی۔ میزونیشنل فرنٹ(MNF) نے ایک گوریلا جنگ لڑی۔ اس کو پاکستان کی حمایت حاصل ہوئی۔ اس وقت کا مشرقی پاکستان ان کی پناہ گاہ تھا۔ اس بغاوت کو کچلنے کے لیے ہندوستانی فوج نے سخت اقدامات کا ایک سلسلہ شروع کیا جس کا شکار عام آدمی بھی ہوئے۔ ایک موقع پر تو ہندوستان کی فضائی فوج کا استعمال بھی کیا گیا۔ ان اقدامات نے عوام میں اور زیادہ غصہ اور اجنبیت کا احساس پیدا کر دیا۔

اس دو دہائی کی بغاوت کے خاتمہ پر ہر فریق شکست خوردہ تھا۔ یہیں پر دونوں طرف کی قیادت کی سیاسی سوجھ بوجھ اور پختگی سے ایک اختلاف پیدا ہوا۔ لال ڈینگا پاکستان میں جلا وطنی سے واپس آگئے اور ہندوستانی حکومت سے گفتگو شروع کی۔ راجیو گاندھی نے اس گفتگو کو ایک مثبت انجام تک پہنچایا۔ 1986 میں راجیو گاندھی اور لال ڈینگا کے درمیان ایک امن معاہدہ پر دستخط ہوئے۔ اس معاہدہ کی رو سے میزورم کو خصوصی اختیارات کے ساتھ ایک مکمل ریاست تسلیم کر لیا گیا اور میزونیشنل فرنٹ (MNF) نے علاحدگی کی جدوجہد ختم کرنے کا وعدہ کیا۔ لال ڈینگا وزیر اعلیٰ بنائے گئے۔ یہ سمجھوتہ دراصل میزورم کی تاریخ میں ایک فیصلہ کن موڑ تھا۔ آج اس علاقہ میں میزورم سب سے زیادہ پرامن جگہ ہے اور تعلیم وترقی کی راہ پر تیز رفتاری سے گامزن ہے۔

ناگالینڈ کی کہانی بھی میزورم کی طرح ہی ہے لیکن فرق یہ ہے کہ یہ بہت پہلے شروع ہوئی اور ابھی تک خوش گوار انجام تک نہیں پہنچ پائی ہے۔ 1951 میں انگامی زافوفیزو کی قیادت میں ناگاؤں کے ایک طبقے نے ہندوستان سے آزادی

GRAVITY chronoquartz

ESTABLISHED 1838

THE TIMES OF INDIA

LATE CITY — LUCKNOW: THURSDAY, JUNE 26, 1986 — RUPEE 1

FOR PERENNIAL GROUND WATER SUPPLY — PSG Motors Pumps — Sales Branch SRIRAM ENTERPRISES

Cong-MNF accord signed

Laldenga to head coalition govt

The Times of India News Service

NEW DELHI, June 25: THE process for a political settlement with the Mizo National Front, whose declared objective is to end insurgency in the north-eastern Union territory, was launched today with the Congress agreeing to form a coalition with the MNF headed by its chief, Mr Laldenga.

It will be followed by a state-level agreement to be signed by the Prime Minister, Mr Rajiv Gandhi, and the Mizo leader that will provide for laying down of arms by the MNF undergrounds, elevating the UT to statehood, installation of an interim government and holding elections within six months.

This will be the culmination of negotiations with Mr Laldenga renouncing all secessionist aims and declaring his willingness to find a settlement within the framework of the Indian Constitution ... the hill district of Assam.

That chapter of history came to a close today with the agreement signed by the Congress vice-president, Mr Arjun Singh, and Mr Laldenga. The Congress-MNF coalition will administer Mizoram during the interim period until elections to the state assembly are held.

The draft agreement for a political settlement was approved today by the cabinet committee on political affairs and is expected to be signed in the next few days. It will become operative as soon as it is signed.

The process of settlement under the agreement envisages that first the MNF undergrounds will surrender along with their arms. This is expected to take about a month. It will be followed by the installation of the coalition interim government which will administer the state till the elections.

In the meantime Parliament will pass a Constitution amendment bill raising the status of the Union territory to statehood and providing for a 40-member legislative assembly. The Election Commission ... launch the ...

Congress will have a slightly larger representation in the interim cabinet. It will cease to exist as soon as the elections are held.

Although it was earlier speculated that the present Congress chief minister, Mr Lalthanhawla, will be the deputy chief minister in the interim government, it was finally decided that he would not join the cabinet but, as the PCC president, will work for strengthening the Congress in the state and prepare for the elections.

This decision was taken when the chief minister along with party MLAs and ministers met Mr Rajiv Gandhi in the afternoon.

APPEAL TO REBELS: The Mizo leader showed his sincere intent to make the accord a success by issuing an appeal to the MNF insurgents to come overground as soon as the agreement with the Union government signed. He said: "I appeal to all members of the MNF to come out and in an act of faith lay down their arms and ammunition and other equipment as soon as an agreement is ...

Continued on page 10 Col. 6

A man cycles through knee-deep water in Alam-bagh after the Wednesday morning downpour in Lucknow—TOI photo.

Heavy rains in Lucknow

By A Staff Reporter

LUCKNOW, June 25: THE heavy downpour which began early this morning and lasted a few hours completely dislocated normal life in the city as communication, power and road traffic system broke down in many parts of Lucknow.

The 9 cms rainfall recorded in the state capital, which was the highest in the state, marked the first monsoon showers in the ...

... residence was also knowcked down by the heavy downpour. None of the daily visitors who come to meet the chief minister here at his daily "public darbar" were to be seen today anywhere near the vicinity.

The staff photographer of *The Times of India* who reached the spot after learning of the incident was prevented by the sentry guards from taking any photographs. What was worse, the enraged gua...

Sparking of electricity wires in many localities was a common sight, however, fortunately no casualties were reported till late this evening.

At the Charbagh railway station many passengers were stranded for hours as the railway signalling system was disrupted and even trains which had arrived on time had to wait for clearance just outside the platforms.

India condemns Lanka violence

The Times of India News Service

NEW DELHI, June 25: INDIA today condem...

Rs 2 c... wort... gold

The Times of India News ...

NEW DELHI, June 25: The Directorate of Revenue Intelligence men seized 87.5 kg of gold with foreign markings worth about Rs 2 crores, in a raid at a Coimbatore hotel in the early hours of this morning.

The DRI director general, Mr B.V. Kumar, said here this evening that eight persons, most of them related to ...

بشکریہ: ٹائمز آف انڈیا

© NCERT not to be republished

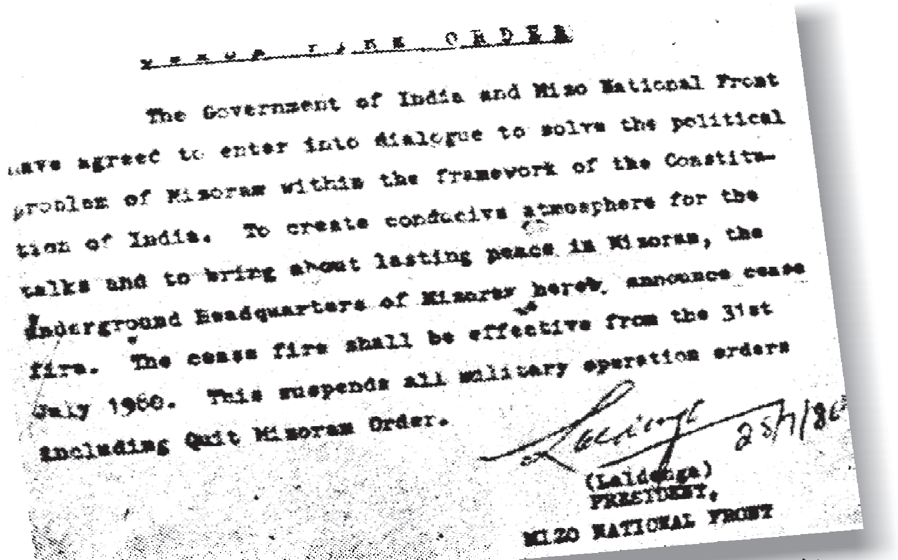

CEASE FIRE ORDER

The Government of India and Mizo National Front have agreed to enter into dialogue to solve the political problem of Mizoram within the framework of the Constitution of India. To create conducive atmosphere for the talks and to bring about lasting peace in Mizoram, the Underground Headquarters of Mizoram hereby announce cease fire. The cease fire shall be effective from the 31st July 1986. This suspends all military operation orders including Quit Mizoram Order.

25/7/86
(Laldenga)
PRESIDENT,
MIZO NATIONAL FRONT

میزو نیشنل فرنٹ کا جنگ کے خاتمہ کا اعلان

میری سمجھ میں یہ 'اندر والا اور باہر والا' کی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ کیا یہ ریل کے ڈبّے کی طرح ہے۔ جو پہلے آکر بیٹھ گیا وہ بعد میں آنے والے کو 'باہر والا' سمجھتا ہے۔

کا اعلان کر دیا۔ فیزو نے گفت و شنید کے کئی دعوت ناموں کو رد کر دیا۔ ناگا نیشنل کونسل نے آزادی اور اقتدار کے لیے ایک مسلح جدوجہد شروع کر دی۔ پرتشدد بغاوت کے کچھ عرصہ بعد ناگا باغیوں کے ایک طبقہ نے ہندوستانی حکومت کے ساتھ ایک معاہدہ پر دستخط کیے۔ لیکن یہ بات دوسرے باغیوں کے لیے قابل قبول نہیں ہوئی۔ ناگالینڈ کا مسئلہ اب بھی اپنے آخری حل کی تلاش میں ہے۔

انگامی زاپو فزو
(1904-1990)

آزاد ناگالینڈ کی تحریک کے لیڈر؛ ناگا نیشنل کونسل کے صدر؛ ہندوستانی ریاست کے خلاف مسلح جدوجہد شروع کی؛ زمین دوز ہوئے؛ پاکستان میں قیام کیا اور اپنی زندگی کے آخری تیس سال برطانیہ میں جلاوطنی کی حالت میں گزارے۔

'باہر والوں' کے خلاف تحریکیں

شمال مشرق میں آنے والے تارکین وطن کی بھاری تعداد نے ایک خاص قسم کا مسئلہ پیدا کر دیا جس نے 'مقامی' آبادی کو ان 'باہر' والوں یا غیروں کے خلاف آمنے سامنے کھڑا کر دیا۔ بعد میں آنے والوں (خواہ وہ ہندوستان کے اندر سے ہوں یا ہندوستان کے باہر سے آئے ہوں) کو زمین جیسے علاقے کے کمیاب وسائل پر ناجائز قابض سمجھا جاتا تھا ساتھ ہی ساتھ سیاسی طاقت اور روزگار کے مواقع میں بھی وہ ایک باصلاحیت مدمقابل تھے۔ شمال مشرق کی کئی ریاستوں میں اس مسئلہ نے سیاسی رنگ اختیار کیا اور بعض اوقات تشدد کا بھی۔

1979 سے 1985 تک آسام تحریک 'باہر والوں' کے خلاف تحریکوں کی ایک بہترین مثال ہے۔ آسامیوں کو شبہ تھا کہ بنگلہ دیشی مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد غیر قانونی طور پر وہاں پر آکر بس گئی ہے۔ ان کو خطرہ تھا کہ اگر ان باہر کے شہریوں کی شناخت نہ کی گئی اور ان کو نکالا نہ گیا تو یہ اصل آسامی آبادی کو اقلیت میں کر دیں گے۔ اس کے علاوہ کچھ اقتصادی مسائل بھی تھے۔ کوئلہ، چائے اور تیل جیسے قدرتی وسائل کی موجودگی کے باوجود آسام میں بے روزگاری اور غریبی تھی۔ یہ احساس بھی عام تھا کہ ان وسائل کو ریاست سے باہر لے جایا جا رہا ہے اور عوام کو ان سے کوئی مناسب فائدہ نہیں مل رہا ہے۔

© NCERT not to be republished

1979 میں آل آسام اسٹوڈنٹس یونین (AASU) نے جو کسی بھی سیاسی پارٹی سے وابستہ نہیں تھی، غیر ملکیوں کے خلاف ایک تحریک شروع کی۔ یہ تحریک غیر قانونی انتقال آبادی، بنگالی یا دوسرے باہر والوں کے غلبہ اور ووٹر رجسٹر میں غلط طریقے سے لاکھوں مہاجروں کے نام درج ہونے کے خلاف تھی۔ تحریک کا مطالبہ یہ تھا کہ وہ تمام لوگ جو 1951 کے بعد ریاست میں دخل ہوئے

नईदुनिया

असम समझौता : उल्लेखनीय उपलब्धि

असम के बारे में केंद्र सरकार तथा असम के छात्र संगठनों के बीच पंद्रह तारीख को तड़के हुए समझौते से असम का छः वर्ष पुराना आंदोलन समाप्त हो गया है। असम के विभिन्न छात्र संगठनों द्वारा संचालित सरकार विरोधी आंदोलन के दौरान साढ़े तीन हजार से अधिक जानें गईं और अरबों रुपयों की आर्थिक हानि हुई। बारह अप्रैल १९८० को जब तत्कालीन प्रधानमंत्री श्रीमती इंदिरा गांधी गुआहाटी गईं थीं तो छात्र नेता १९६७ को आधार वर्ष मानकर विदेशी नागरिकों की समस्या के समाधान के तैयार हो गए थे। पर प्रधानमंत्री तब १९७१ को आधार वर्ष माने जाने पर अड़ी रहीं। फलस्वरूप सरकार तथा छात्र संगठनों के बीच बातचीत टूट गई। श्रीमती गांधी ने असम समस्या को सुलझाने के लिए चार गृहमंत्रियों– (जैलसिंह, श्री आर. वेंकटरमन, श्री प्रकाशचंद सेठी तथा श्री नरसिंहराव) की सेवाओं का उपयोग किया। किंतु, अविश्वास और कठोर पैंतरों का जो वातावरण बना था, वह ऐसा नहीं था कि ... समझौता हो पाता।

श्री राजीव गांधी के काम करने की शै... अर्थ में नई है कि वह सहज ही विपक्षी द... विश्वास जीत लेती है। श्री गांधी रियायतें दे... तैयार रहते हैं, जिसके फलस्वरूप सामने ... पक्ष भी रियायत देकर समझौता करने को ... हो जाता है। केंद्र सरकार के गृह सचिव श्री ... डी. प्रधान ने असम के छात्र नेताओं के ... बुनियादी बातचीत कर सहमति का ... तैयार किया। गृहमंत्री श्री एस. बी. चव्हा... अंतिम दौर में बातचीत में भाग लिया। ... रुकावटों के बाद प्रधानमंत्री राजीव गांधी के हस्तक्षेप से छात्रों को समझौते के लिए राजी किया जा सका और दस सूत्री समझौते पर हस्ताक्षर हो गए।

समझौते को देखने से यह स्पष्ट हो जाता है कि बुनियादी मामलों में केंद्र सरकार तथा छात्र संगठनों, "आसू" तथा "अखिल असम गण संग्राम परिषद्" के नेताओं, दोनों ने एक-दूसरे को उल्लेखनीय रियायतें दी हैं। इसलिए यह मानने का कोई आधार नहीं है कि पंद्रह अगस्त का असम समझौता किसी पक्ष विशेष की जीत या किसी पक्ष विशेष की हार है। असम समझौता एक महत्वपूर्ण राष्ट्रीय उपलब्धि है, जिसका श्रेय भारत के युवा प्रधानमंत्री श्री राजीव गांधी को जाता है। असम के दोनों छात्र संगठनों के नेता भी बधाई के पात्र हैं कि गहरे विवेक और सौहार्द का परिचय देकर वे अपना छः वर्ष पुराना आंदोलन समाप्त करने को राजी हो गए हैं। प्रधानमंत्री की कीर्ति में असम समझौते ने एक और चांद जोड़ दिया है। अभी २४ जुलाई को ही उन्होंने पंजाब की खतरनाक रूप से पेचीदा समस्या को हल कर असंभव को संभव कर दिखाया था। इस सफलता के बाईस दिन बाद ही अनंत त्रासदी के नाम से पुकारी जाने वाली असम की समस्या का समाधान खोजकर श्री राजीव गांधी ने अपूर्व समाधानकर्ता का विशेषण अर्जित कर लिया है।

समझौते के अनुसार विदेशी नागरिकों की पहचान करने के लिए १ जनवरी १९६६ को आधार वर्ष माना गया है। इस तिथि के पहले आए विदेशियों को नियमसम्मत मान लिया जाएगा। एक अनुमान के अनुसार १९६१ और १९६५ के बीच ही लगभग पाँच लाख विदेशी पूर्वी पाकिस्तान से असम राज्य में आए थे। १ जनवरी १९६६ तथा २४ मार्च १९७१ के बीच असम में अनधिकृत रूप से प्रवेश करने वाले विदेशियों को, जिनकी संख्या १९६६-१९७१ के बीच पाँच लाख के लगभग अनुमानित की जा रही है, कानून के अनुसार पता लगाकर मतदाता सूची से हटा दिया जाएगा। ऐसे विदेशी नागरिकों को पता लगाए जाने की तारीख से दस वर्ष तक ... अधिकार ...

महीने के अंदर राज्य ... की चौदह सीटों के लिए चुनाव ...

विका... के लि... प्रावध... और आ... किया है। ... समझौते के ... वैसे ही इस ... महसूस की है ... किया है कि ... की कोई सम... जा सके। कहा ... के समझौते ने ... और प्रगति के ... हौसला दिया है ... कि समझौते ... ईमानदारी, दृढ़... किया जाए।

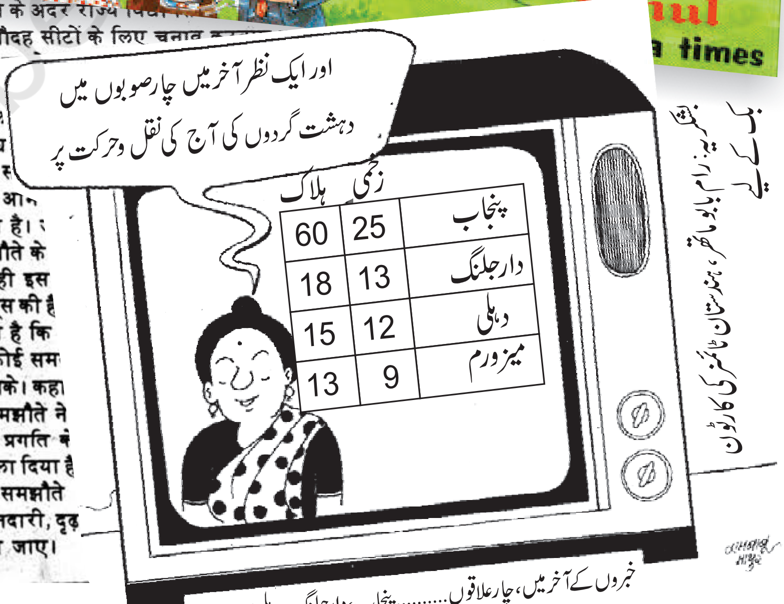

خبروں کے آخر میں، چار علاقوں.........پنجاب، دارجلنگ، دہلی اور میزورم میں دہشت گردوں کی کارروائی پر ایک نظر

ہیں واپس بھیج دیے جائیں۔ اس احتجاج نے کئی منفرد طریقے اپنائے اور آسام کے تمام طبقوں کو سرگرم عمل کر کے پوری ریاست میں ان کی حمایت حاصل کر لی۔ کچھ افسوس ناک اور پرتشدد واقعات بھی رونما ہوئے جن میں جان و مال کا نقصان ہوا۔ اس تحریک نے ریلوں کی آمدورفت کو روکا اور آسام سے بہار میں واقع تیل صاف کرنے کے کارخانوں میں جانے والے تیل پر بھی پابندی لگا دی۔

آخر کار چھ سال کی کش مکش اور اضطراب کے بعد راجیو گاندھی کی حکومت نے آل آسام اسٹوڈینٹس یونین (AASU) سے گفتگو شروع کی جس کا نتیجہ 1985 میں ایک سمجھوتہ کی صورت میں سامنے آیا۔ اس سمجھوتہ کے مطابق وہ تمام باہر والے جو بنگلہ دیش کی جنگ کے دوران یا بعد میں آ کر بسے، شناخت ہونے کے بعد نکال دیے جائیں گے۔ اس

کازی لیندپ ڈورجی کھانگسرپا
(1904)

سکم کی جمہوری تحریک کے لیڈر؛ سکم پرجا منڈل کے بانی اور بعد میں سکم ریاستی کانگریس کے لیڈر؛ 1962 میں سکم نیشنل کانگریس کی بنیاد ڈالی؛ انتخابات میں کامیابی کے بعد سکم کی ہندوستان سے انضمام کی مہم چلائی؛ انضمام کے بعد سکم کانگریس، انڈین نیشنل کانگریس میں ضم ہو گئی۔

سکم کا انضمام

آزادی کے وقت سکم ہندوستان کے 'زیرانتظام ونگرانی' تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ اگرچہ یہ مکمل طور پر ہندوستان کا حصہ نہیں تھا لیکن ایک مکمل خود مختار ملک بھی نہیں تھا۔ سکم کے دفاعی اور خارجی معاملات ہندوستان کی زیرنگرانی تھے لیکن داخلی انتظام وہاں کے بادشاہ چوگیال کے ہاتھ میں تھا۔ یہ صورت حال مشکل میں پڑ گئی کیوں کہ چوگیال عوام کی جمہوری امنگوں اور آرزوؤں کا ساتھ نہ دے سکا۔ سکم کی آبادی کا کثیر حصہ نیپالی ہے۔ لیکن چوگیال کے طرز عمل سے لوگوں کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ ایک نئی اقلیت لیپچا بھوٹیا کے کچھ منتخب لوگوں کی حکومت کو دوام بخشنا چاہتا ہے۔ دونوں ہی فرقوں کے چوگیال مخالف لیڈروں نے ہندوستان کی حکومت سے مدد مانگی جو ان کو حاصل ہوئی۔

1974 میں سکم اسمبلی کے پہلے جمہوری انتخابات کرائے گئے جس میں سکم کانگریس کو بھاری اکثریت حاصل ہوئی۔ سکم کانگریس ہندوستان سے زیادہ سے زیادہ تال میل چاہتی تھی۔ اسمبلی نے پہلے تو ایک الحاقی ریاست کا درجہ حاصل کرنے کی کوشش کی اور بعد میں اپریل 1975 میں ہندوستان سے مکمل انضمام کی قرارداد پاس کی۔ اس بارے میں ایک بہت جلد بازی میں ریفرنڈم کرایا گیا تاکہ اسمبلی کی درخواست کو عوام کی تائید حاصل ہو جائے۔ ہندوستانی پارلیمنٹ نے یہ درخواست فوراً ہی منظور کر لی اور سکم ہندستانی وفاق کا بائیسواں صوبہ بن گیا۔ چوگیال نے یہ انضمام قبول نہیں کیا اور اس کے حمایتیوں اور ساتھیوں نے ہندوستانی حکومت پر طاقت کے استعمال اور فریب کا الزام لگایا۔ لیکن اس انضمام کو عوامی حمایت حاصل تھی اور یہ مسئلہ کبھی بھی سکم کی سیاست میں پھوٹ کا سبب نہ بن سکا۔

تحریک کی کامیابی کے بعد آل آسام اسٹوڈینٹس یونین (AASU) اور آسام گن سنگرام پریشد ایک علاقائی سیاسی پارٹی کی صورت میں تبدیل ہو گئے اور ان کا نیا نام آسام گن پریشد (AGP) ہوا۔ 1985 میں یہ اس وعدہ کے ساتھ برسراقتدار آئی کہ آسام کو باہر والوں کے مسئلہ سے نجات دلائیں گے اور ایک سنہرا آسام (Assam Golden) تعمیر کریں گے۔

© NCERT not to be republished

آسام سمجھوتہ علاقہ میں امن لایا اور اس نے سیاست کا رخ بدل دیا لیکن یہ بھی مہاجرین کا مسئلہ حل کرنے میں ناکام رہا۔ آسام کی سیاست میں 'باہر والوں' کا مسئلہ اب بھی ایک زندہ مسئلہ ہے اور یہی حال شمال مشرق کے کچھ اور علاقوں کا بھی ہے۔ تری پورہ میں یہ مسئلہ کافی نازک ہوگیا ہے کیوں کہ اصل مقامی باشندے اقلیت میں آ گئے ہیں۔ اروناچل پردیش اور میزورم میں مقامی آبادی کی چکما پناہ گزینوں کے خلاف دشمنی میں یہی احساس کارفرما ہے۔

قومی یکجہتی اور مصالحتیں

ان واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ آزادی کے ساٹھ سال بعد بھی قومی یک جہتی کے کئی مسائل ابھی مکمل طور پر حل نہیں ہوئے ہیں۔ ہم نے یہ بھی دیکھا کہ ریاست کے درجہ کے حصول اور معاشی فروغ سے لے کر خود مختاری اور علاحدگی کے مطالبہ تک علاقائیت یا علاقہ پرستی کئی رنگ میں ابھری۔ 1980 کے بعد کے زمانے میں ان تمام کشیدگیوں کو مزید تقویت ملی اور اس نے سوسائٹی کے مختلف طبقوں کے مطالبات کو اپنے اندر سمونے اور مصالحت کرنے کی جمہوری سیاست کی طاقت کا امتحان لیا۔ ان مثالوں سے ہمیں کیا سبق حاصل ہوتے ہیں؟

سب سے پہلا اور بنیادی سبق تو یہ ہے کہ علاقائی امنگیں جمہوری سیاست کا مضبوط حصہ ہیں۔ علاقائی مسائل کا اظہار کوئی اجنبی عنصر نہیں ہے۔ حتیٰ کہ چھوٹے چھوٹے ملکوں مثلاً برطانیہ، اسکاٹ لینڈ، ویلز اور شمالی آئرلینڈ میں علاقائی امنگیں موجود ہیں۔ اسپین میں باسک لوگ علاحدگی کی تحریک چلا رہے ہیں اور سری لنکا میں تمل لوگ۔ ہندوستان جیسی بڑی اور متنوع جمہوریت کو علاقائیت کے مسئلہ پر لگاتار توجہ دیتے رہنا چاہیے۔ قومی تعمیر ایک مسلسل عمل کا نام ہے۔

دوسرا سبق یہ ہے کہ علاقائی امنگوں کا مقابلہ جمہوری طریقہ سے کرنا چاہیے نہ کہ زور اور زبردستی سے۔ 1980 کی دہائی کی صورت حال پر غور کیجیے۔ پنجاب میں مسلح بغاوت کے آثار پیدا ہو چکے تھے، شمال مشرق کے مسائل جاری تھے، آسام میں طالب علم احتجاج کر رہے تھے، کشمیر میں زبردست ہنگامہ آرائی ہو رہی تھی۔ بجائے اس کے کہ ان کو انتظامی مسئلہ قرار دیا جاتا ہندوستان کی حکومت نے ان مسائل کا سامنا علاقائی تحریکوں کے ساتھ گفتگو کر کے حل کیا۔ اس نے ایک سمجھوتہ کا ماحول پیدا کیا اور اسی طرح بہت سے علاقوں میں تناؤ کم ہوگیا۔ میزورم کی مثال نے یہ دکھا دیا کہ سیاسی سمجھوتے علاحدگی پسند کے مسائل کو کس طرح کامیابی سے حل کر سکتے ہیں۔

تیسرا سبق اقتدار میں شرکت کی اہمیت سے متعلق ہے محض ظاہری طور سے ایک رسمی جمہوری ڈھانچہ ہونا کافی نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کے علاوہ علاقہ کے گروہ اور پارٹیوں کو بھی ریاستی سطح پر طاقت میں حصہ ملنا چاہیے۔ اسی طرح سے یہ کہنا بھی کافی نہیں ہے کہ ریاستیں یا علاقے اپنے اپنے معاملات میں خود مختار ہیں۔ علاقے مل کر ایک قوم بناتے ہیں۔ لہٰذا علاقوں کو بھی قوم کی قسمت کا فیصلہ کرنے کا اختیار ہونا چاہیے۔ اگر قومی سطح پر کیے گئے فیصلوں میں علاقوں کو اپنا حصہ نہیں ملتا تو ناانصافی اور غیریت کا احساس فروغ پانے لگتا ہے۔

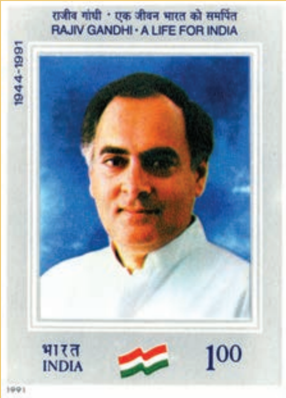

راجیو گاندھی

(1944-1991)

1984 سے 1989 تک ہندوستان کے وزیر اعظم؛ اندرا گاندھی کے بیٹے؛ 1980 کے بعد عملی سیاست میں قدم رکھا؛ پنجاب اور میزورم کے جنگجوؤں اور آسام کی طلبا کی یونین کے ساتھ سمجھوتہ کیا؛ آزاد معیشت اور کمپیوٹر ٹکنالوجی پر زور دیا؛ سری لنکا حکومت کی درخواست پر وہاں فوجی دستہ بھیجا تاکہ تمل سنہالی تنازعہ کو سلجھانے میں مدد ملے؛ LTTE کی ایک مبینہ خودکش حملہ آور نے قتل کر دیا۔

© NCERT not to be republished

چوتھا سبق یہ ہے کہ اقتصادی فروغ میں علاقوں کے درمیان توازن نہ ہونے کی وجہ سے سب علاقوں کو جانبداری کا شک ہونے لگتا ہے۔ ہندوستان کی ترقی کے تجربے میں علاقوں کے درمیان عدم توازن ایک حقیقت ہے۔ یہ ایک فطری بات ہے کہ پسماندہ ریاستیں یا کچھ ریاستوں کے پسماندہ علاقے یہ محسوس کرتے ہیں کہ ان کی پسماندگی کے مسئلہ کو اوّلیت ملنی چاہیے نیز یہ بھی کہ ہندوستانی حکومت کی پالیسیاں ہی اس پسماندگی کے لیے ذمہ دار ہیں۔ اگر کچھ ریاستیں غریب رہتی ہیں اور کچھ میں تیزی سے ترقی ہوتی ہے تو یہ علاقائی عدم توازن اور بین العلاقائی ہجرت کے لیے راہ ہموار کرتے ہیں۔

آخر میں یہ کہ تمام معاملات ہمارے دستور بنانے والوں کی دور اندیشی کو ظاہر کرتے ہیں کہ انھوں نے اختلافات کا سامنا کرنے کے لیے کیا ہدایات دیں۔ ہندوستان نے جو وفاقی سسٹم اپنایا ہے اس میں بہت لچیلا پن ہے۔ زیادہ تر ریاستوں کے اختیارات ایک جیسے ہی ہیں لیکن کچھ کو جیسے جموں وکشمیر اور شمال مشرق کی ریاستوں کو خصوصی درجہ حاصل ہے۔ ہندوستان کے چھٹے شیڈول میں مختلف قبائل کو اپنی ثقافت اور روایتی قوانین کو برقرار رکھنے کی مکمل آزادی ہے۔ ان رعایتوں کا شمال مشرق کے بہت ہی پیچیدہ سیاسی مسئلے کو حل کرنے میں اہم کردار رہا ہے۔

ہندوستان جیسے مسائل رکھنے والے اور دوسرے ممالک اور ہندوستان میں ایک فرق یہ ہے کہ ہندوستان کا دستوری ڈھانچہ لچکدار، نرم اور صلح جو ہے۔ لہٰذا علاقائی امنگوں کو علاحدگی پسندی کی طرف جانے کے حوصلہ افزائی نہیں کی جاتی یہی وجہ ہے کہ ہندوستانی سیاسی عمل علاقائیت کو جمہوری سیاست کا ایک جزو لازم ماننے میں کامیاب ہو گیا ہے۔

© NCERT not to be republished

گوا کی آزادی

حالاں کہ 1947 میں ہندوستان میں برطانوی سلطنت کا خاتمہ ہو چکا تھا لیکن گوا، دیو اور دمن علاقے سے پرتگالیوں نے نکلنے سے انکار کر دیا۔ اس علاقے میں ان کا قبضہ سولہویں صدی سے تھا۔ اپنے طویل دور حکمرانی میں پرتگالیوں نے گوا کے عوام کو دبا کر رکھا، ان کے شہری حقوق ضبط کیے اور جبری تبدیلی مذہب کا سلسلہ جاری کیا۔ آزادی کے بعد ہندوستانی حکومت نے بہت صبر کے ساتھ پرتگالی حکومت کو سمجھایا کہ وہ اپنا قبضہ چھوڑ دیں۔ اس کے علاوہ خود گوا میں آزادی کے لیے ایک عوامی تحریک جاری تھی۔ ان کو مہاراشٹر میں ہونے والی سماج وادی ستیہ گرہوں سے بھی قوت ملی۔ آخر دسمبر 1961 میں ہندوستانی حکومت نے گوا کی آزادی کے لیے فوج بھیجی جس نے محض دو دن میں یہ کام مکمل کر لیا اور گوا، دیو اور دمن مرکزی علاقے کا حصہ بن گئے۔

لیکن بہت جلدی ایک پیچیدگی پیدا ہوگئی۔ مہاراشٹر وادی گومنتک پارٹی (MGP) کی قیادت میں ایک طبقہ نے یہ مطالبہ کیا کہ چوں کہ گوا ایک مراٹھی زبان بولنے والا علاقہ ہے لہٰذا اس کو مہاراشٹر میں شامل کرنا چاہیے۔ لیکن گوا کے زیادہ تر لوگ اپنی الگ شناخت، کلچر اور خصوصاً کونکنی زبان کو برقرار اور محفوظ رکھنا چاہتے تھے۔ ایسے لوگ یونائیٹڈ گوون پارٹی (UGP) کے ساتھ تھے۔ اس مسئلہ کے حل کے لیے جنوری 1967 میں مرکزی حکومت نے گوا میں ایک رائے شماری کرائی تاکہ عوام خود فیصلہ کریں کہ وہ مہاراشٹر میں ضم ہونا چاہتے ہیں یا ایک علاحدہ ریاست میں رہنا چاہتے ہیں۔ آزاد ہندوستان میں یہ پہلا موقع تھا جب کسی مسئلہ پر لوگوں کی رائے جاننے کے لیے ایک ریفرنڈم سے ملتا جلتا طریقۂ کار استعمال کیا گیا تھا۔ اکثریت نے مہاراشٹر سے الگ رہنے کا فیصلہ کیا۔ لہٰذا گوا کی حیثیت مرکزی علاقے ہی کی رہی۔ آخر کار 1987 میں گوا ہندستانی وفاق کا حصہ بن گیا۔

Fly SAS DC-8 JET EXPRESS

Printed and Published from Bombay and Delhi — REGD. No. 4 11

The Times of India

Largest net sales among all Daily Newspapers in India.

NO. 352 VOL. CXXIII. BOMBAY: WEDNESDAY, DECEMBER 20, 1961 16 NAYE PAISE

UNICHEM A TRUSTED NAME IN PHARMACEUTICALS — UNICHEM LABORATORIES BOMBAY-28

GOA BACK WITH THE MOTHERLAND

INDIAN FLAG OVER PANJIM PROCLAIMS LIBERATION FROM COLONIAL TERROR

Choudhuri Accepts Surrender Of Portuguese: G.-G. Has Fled

FLEEING FUGITIVES FAIL TO SET OFF DYNAMITE CHARGES

"The Times of India" News Service

BELGAUM, December 19.

INDIA'S ARMED FORCES ACCOMPLISHED THEIR MISSION OF LIBERATING THE PORTUGUESE POCKETS IN THE COUNTRY EARLY TODAY.

Lieut. General Choudhuri, GOC-in-C, Southern Command, and the overall commander of "Operation Vijaya" flew into Panjim from Belgaum by a helicopter early this morning to accept the surrender of the Portuguese forces in Goa.

The ending of all resistance by the Portuguese at Diu and Daman was also officially announced today.

Gen. Choudhuri's helicopter landed in a football ground at Panjim. The General drove through the city in a jeep, cheered all along the way by enthusiastic crowds, many of whom waved the Indian tricolour and shouted "Jai Hind".

Gen. Choudhuri proceeded to the Portuguese army headquarters at Panjim. He was received by the Portuguese garrison commander, a colonel, who reported that all Portuguese troops in Goa had been ordered to cease fire on Monday night and were ready to lay down their arms.

The General accepted the surrender. Later, the Indian national flag was hoisted over the army headquarters.

The Portuguese troops have been confined to barracks.

General Choudhuri also met the Indian army unit which was the first to reach Panjim early this morning. He complimented them on their excellent performance in reaching their objective in record time.

Later, the General addressed the people of Panjim in the main square of the town. He asked them to remain calm and help the troops in their work. He assured the people that the troops and the Government would protect them and safeguard their interests.

Air Vice Marshal Pinto translated the General's speech into Konkani.

VISIT TO CHURCH

General Choudhuri went round Panjim and later visited the Church of Bom Jesus at Velha Goa where he saw the body of St. Francis Xavier.

Reports had been current here that ...

NEW DELHI, December 19.

INDIA'S case on Goa will be presented before the United Nations by Mr. Krishna Menon, who left for New York tonight. The Union Defence Minister was accompanied by Mr. V. H. Trivedi, Joint Secretary in the Ministry of External Affairs.

... TO INDIA, BUT NONE TO PORTUGAL

By H. R. VOHRA

"The Times of India" News Service

UNITED NATIONS, December 19.

Marmagoa

NEW DELHI, December 19.

TWO Indian Naval ships entered the Marmagoa harbour at 5.30 p.m. today.

Meanwhile, it was authoritatively learnt in Belgaum that the Indian Navy sunk three Portuguese Naval vessels yesterday.

There were four Portuguese ships of war around Goa. Of them, one fri-...

... due to return here soon.

The Minister said that after the Security Council's vote on the Goa question, the principle now involved was the strength of the West and of the great Powers which represented it and determined its policy, in seeing that "law is respected and justice is done." —A.F.P.

اپریل

بشکریہ: آر۔ کے۔ لکشمن، دی ٹائمز آف انڈیا، اگست

مشقیں

.1 مندرجہ ذیل کے جوڑ ملایئے:

A	B
علاقائی آرزوؤں کی نوعیت	**ریاستیں**
(a) سماجی اور مذہبی شناخت جس نے ریاست کے لیے راہ ہموار کی	i. ناگالینڈ / میزورم
(b) لسانی شناخت اور مرکز کے ساتھ کشیدگی	ii. جھارکھنڈ / چھتیس گڑھ
(c) علاقائی عدم توازن جو ریاست کے درجہ کے مطالبہ کے لیے راہ دکھائے	iii. پنجاب
(d) قبائلی شناخت کی بنا پر علاحدگی کے مطالبے	iv. تامل ناڈو

.2 شمال مشرق کے عوام کی امنگوں کا اظہار کئی طریقوں سے ہوا۔ اس میں باہر والوں کے خلاف تحریک، زیادہ خود مختاری کے لیے تحریک اور بالکل الگ قوم کے وجود کی تحریک۔ شمال مشرق کے نقشے میں الگ الگ تین رنگوں کے ذریعے ان علاقوں کو دکھایئے جہاں یہ تحریکیں زیادہ نمایاں طور پر عمل پذیر ہوئیں۔

.3 پنجاب سمجھوتہ کی خاص خاص باتیں کیا تھیں؟ اور وہ کس طرح سے پنجاب اور اس کی پڑوسی ریاستوں کے درمیان کشیدگی کی بنیاد بن سکتی ہیں؟

.4 'آنند پور صاحب قرارداد' متنازع کیوں ہوئی؟

.5 ریاست جموں اور کشمیر کی داخلی تقسیم کو بیان کیجیے اور بتایئے کہ یہ کس طرح اس علاقہ میں ایک کثیر علاقائی آرزوؤں کی طرف لے جاتی ہے؟

.6 کشمیر کی علاقائی خود مختاری کے سلسلہ میں مختلف موقف کیا ہیں؟ آپ کے خیال میں ان میں سے کون سے صحیح ٹھہرائے جاسکتے ہیں؟ اپنے جواب کی وجوہات بیان کیجیے۔

.7 آسام تحریک ثقافت کے فخر اور اقتصادی پسماندگی کا مجموعہ تھی۔ واضح کیجیے۔

.8 تمام علاقائی تحریکیں لازمی طور پر علاحدگی کے مطالبوں کی طرف لے جاتی ہیں؟ اس باب میں سے مثالیں دے کر واضح کیجیے۔

.9 مختلف جگہوں سے علاقائی مطالبات دراصل ہندوستان کے 'اختلافات میں یکجہتی' کی بہترین مثال ہیں۔ کیا آپ متفق ہیں؟ اسباب بیان کیجیے۔

© NCERT not to be republished

.10 نیچے دیے گئے اقتباس کو پڑھیے اور سوالوں کے جواب دیجیے:

ہزار یکا کا ایک گیت ... اتحاد اوریک جہتی کے موضوع کو اجاگر کرتا ہے۔" اتحاد پر مبنی ہندوستان کے شمال مشرق کی سات ریاستیں دراصل سات بہنیں ہیں۔ جو ایک ہی ماں کی اولاد ہیں ... میگھالیہ اپنے راستے پر چلی ... اروناچل بھی الگ ہوگئی اور آسام کے دروازے پر میزورم کا ظہور ہوا ایک دولھا کی طرح جو ایک اور بیٹی سے بیاہ کرنا چاہتا ہے" .... یہ گیت اس عزم کے ساتھ ختم ہوتا ہے کہ آج کے آسام میں جو چھوٹی چھوٹی قومیتیں باقی رہ گئی ہیں ان سے اتحاد قائم رہے گا --- 'کربی اور مسنگ ہمارے بہت عزیز بھائی بہن ہیں'... **سنجیب بروواہ**

(a) شاعر کس اتحاد کی بات کر رہا ہے؟

(b) اس وقت کی ریاست آسام سے نکال کر شمال مشرق کی کچھ ریاستیں کیوں بنائی گئیں؟

(c) کیا آپ کے خیال میں اتحاد و یگانگت کا یہی تصور ہندوستان کے دوسرے علاقوں پر بھی نافذ ہوسکتا ہے؟ کیوں؟

© NCERT not to be republished